ما شاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن

یہ رسالہ مخزن اسرار و معدن انوار ہے سب عقاید
اہل شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت کے
مطابق ہیں وہی مسلمان پکا ہے جسکو یہ رسالہ حفظ

مسمی بہ

# احسن العقاید

## حصہ اول

از انفاس فقیر مولوی عبد القادر قریشی
الشہیر غلام قادر عفی عنہ

المبین پریس لاہور میں باہتمام میاں لال دین صاحب کے
چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لمن هو الاقرب الينا من حبل الوريد ط و الصلوٰة على من هو علينا شهيد ط وعلى اٰله و اصحابه كل منهم وحيد ط اما بعد پس جواہر بے بہا تحفہ اہل فاجن سے ایمان روشن ہو اور مقامات راہ خدا کی آسان ہوں ابتدا اور انتہا کی اسمیں تشریح و توضیح ہے عقاید کا مجموعہ ہے جسکو تعویذ جان اور حرز ایمان کہنا زیبا ہے توحید الہی و توصیف انبیا بارگاہ الہی بیان مشکلات قبر و حشر و منازل جنان و نیران بشرح عظمی مبارک ہو آمین یا رب العالمین ؛

شافی وکافی ایسا لکھا گیا کہ آجتک نہ دیدہ ہے نہ شنیدہ - شیطانی وساوس کے سب رخنہ بند کیے گئے اس کتاب کو حصن حصین یعنی مضبوط قلعہ ایمان کا کہنا واجب ہے - دیکھنے سے سب عقدے کھل جاتے ہیں - الکہتر عقیدہ اسکی بہتر فرقہ دوزخی سے پناہ دیتا ہے فقط اسکا معتقد بہشتی ہے ۔ اس کتاب میں بڑے بڑے عقاید ہیں جنکی باز پرس ہر مجلس و مقام دنیا و آخرت میں ہوتی ہے - بوجہ کامل تحریرات محققین اہل مصر و شام سے ثابت کر کے لکھے گئے ہیں - چنانچہ فضیلت و خاتمیت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اور معراج جسمانی اور نزول عیسے آسمانی - اور ظہور مہدی حسنی حسینی آخر الزمانی اور کیفیت سوال منکر نکیر قبر میں اور بیان مجالس موقف قیامت میں جو پوچھے جائینگے - اور بیان درجات بہشت کا اور تقسیم اصناف کفار کی سات دروازے دوزخ پر اور تفصیل مومنین کی آٹھ دروازے بہشت کے اور شمار جملہ اہل بہشت کا اور تعداد کل اہل جنت کی اور درازی شب شنبہ در دوزخ اور درازی روز شنبہ در جنت بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا کہ جسکے دیکھنے اور سننے سے مسلمان جانیں گے کہ اب ایمان ہمارے دل پر بیٹھا اور روشن ہوا اور جو نہ دیکھیگا اور حفظ نکریگا وہ تاریکی جہالت میں رہیگا اور بہت افسوس کریگا - یہ کتاب مع حصہ پنجم قیمت فی حصہ تین تین آنہ محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا ؛

المشتہر

امین انجمن حنفیہ محمد حیات مسجد بیگم شاہی لاہور

# تعویذ جانی حرز ایمانی

یہ کتاب احسن العقاید نادر روزگار عقاید اسلامیہ ایسی کتاب کی نہیں چھپی جو سارے مخالفون کو جواب شافی دیوے عصمت انبیا کا مسلہ اس خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے - کہ اس ملک میں کسی عالم نے لکہا ہے نہ بیان کیا ہے - پادریوں کے اعتراضات سنکر عام وخاص عالم و جاہل خاموش ولاجواب رہے آجتک کوئی رسالہ وکتاب نہ لکہی - کہ پادریوں کا جواب دیتے - پس مسلمانوں کو یقین ہو گیا - کہ یہ اعتراض واقعی ہیں جنکا جواب کوئی نہ دے سکا - اور مدارس اسلامیہ اور تفاسیر قرانیہ احادیث نبویہ کے علما جب مخالفوں کے اعتراض کا جواب نہ دے سکے تو آیندہ کیا کیا کریں گے (کتاب یواقیت والجواہر) میں شیخ ربانی عبدالوہاب شعرانی مصری قدس سرہ نے سب عقاید اسلامیہ بیان فرماے ہیں - خصوصًا مسلہ معصومیت انبیا کا اس تحقیق کے ساتھ بیان فرمایا ہے - کہ ایمان مسلمانوں کا پختہ کر دیا ہے - جناب مولانا مولوی غلام قادر صاحب بھیروی نے عام مسلمانوں کے فائدہ کیلیے کتاب مذکورہ کا خلاصہ ترجمہ کر دیا ہے اور انجمن حنفیہ مسجد شاہی نے واسطے فائدہ عام کے چھپوا کر شائع کر دیا ہے تاکہ ایمان سب کا قایم اور روشن ہو وے - خصوصًا مسلہ پاکدامنی انبیا میں علم الیقین حاصل کریں پس سب مسلمان اس رسالہ کو تعویذ جان سمجہیں اور حفظ کریں - معصومیت انبیا پر جو اعتراض مخالفین کا لاجواب تصور کیا گیا ہے - اور آجتک علماے ہند نے جواب شافی نہیں دیا وہ یہ ہے کہ معصومیت اور استغفار انبیا میں مخالفت ہے - اسکا جواب

---



لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

الحمد للہ کہ دریں احسن اوقات بہجت آیات رسالہ نافع الخلایق جامع العقاید دافع المفاسد

مسمّٰی بہ

# عقد الفوائد

در بیان

# احسن العقائد

حصہ اول

از انفاس فقیر مولوی غلام قادر بھیروی عفی عنہ

بہ فرمائیش امین انجمن حنفیہ متعلقہ مسجد بیگم شاہی لاہور

(از مطبع الحکمت پریس لاہور میں چھپا) قیمت ۵ر

# بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :-

**خلاصہ :-**

یہ ترجمہ ہے یواقیت وجواہر جسکو حبر نحریر عارف کامل عریف یزدانی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہٗ نے بطور عقائد نامہ کے کتب محققین علم کلام وصوفیہ کرام سے انتخاب کرکے مرتب کیا تھا۔ اس عاجز نے برائے تسہیل وتکمیل عقائد عوام کے سلیس اُردو میں ترجمہ کیا۔ خداوند کریم نفع عظیم واجر کریم عنایت فرماوے۔

**مقدمہ :-** اون قواعد وضوابط کے بیان میں کہ جنکا استحضار عالم علم کلام کو واجب ہے۔ واضح ہو کہ علمائے اسلام نے کتب عقائد کے اس واسطے نہیں لکھے۔ کہ مطالب اعتقادیہ اپنے واسطے ثابت کریں۔ بلکہ محض برائے منکرین توحید وصفات باری تعالیٰ۔ بالخصوص رسالت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام یا حشر اجساد کے لکھے ہیں۔ کہ یہ انکار کفر تھا۔ پس علمائے اسلام نے چاہا کہ منکرین کو باقامت ادلّہ انکو ہدایت الایمان والاسلام کی کریں با وجود قوت ظاہری اسلام کے جبر وقہر کا طریقہ فروگذاشت کرکے حجت ودلیل کو کالمعجزۃ والکرامۃ تصور فرمایا۔ کہ ایمان راجح بالبرہان کا ایمان راجح بالسیف سے اصح واسلم ہے۔ کیونکہ راجح بالسیف محتمل لنفاق کا ہے۔ اور راجح بالبرہان محقق الایمان



ہوتا ہے۔ اسواسطے علم کلام میں مباحث جوہر وعرض وغیرہ لاتے ہیں ایک شہر میں ایسا ایک عالم ہونا فرض کفایہ ہے۔ شیخ محی الدین قدس سرہ العزیز نے صدر فتوحات میں لکھا ہے۔ کہ جب آدمی قرآن شریف کے ساتھ قطعًا ایمان ویقین لایا ہے کہ وہ کلام اللہ تعالیٰ کی ہے۔ پس وہ عقیدہ قرآن شریف سے بغیر تاویل کے اور نیز عدول کے سوائے دلائل عقول صرفہ ثابت کرے۔ کیونکہ قرآن شریف دلیل قطعی سمعی عقلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی مخلوق نہ اوسکے مشابہ ہے اور نہ وہ کسی کے مشابہ۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ اس سے سمع اور بصر ثابت ہے۔ اور رویت اللہ کی قیامت میں مومنوں کے واسطے اس قول سے ثابت ہے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ یعنی بہت چہرے اوسدن تازہ ہونگے اپنے رب کیطرف دیکھنے والے۔ اور مفہوم سے قولہ تعالیٰ کے در حق کفار۔ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ثابت ہوتا ہے۔ کہ مومن محجوب نہ ہوں گے بلکہ مشرف برویت ہووینگے۔ اور لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ سے ثابت ہے کہ اوسکو کوئی احاطہ نہیں کرتا۔ اور وہ سب پر محیط ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سے قدرت اور احاطہ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا سے علم ثابت ہے۔ اور فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ سے۔ اور يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ سے ارادہ خیر وشر کا ثابت ہے۔ اور قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا سے سمع اور وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى سے بصر ورویت ثابت ہے۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا سے کلام ثابت ہے۔ اور اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ سے حیات ثابت ہے۔ اور وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى سے رسالت رسل سابقین کی ثابت ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے رسالت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہے

اور خاتم النبیین سے ختم رسالت ثابت ہے۔ اور خالق کل شیء سے
ثابت ہے۔ کہ اسکے سوا مخلوق اوسکی ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ
إِلَّا لِيَعْبُدُونَ سے وجود جن کا ثابت ہے۔ اور لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ
قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ سے دخول جنات کا در جنات ثابت ہے۔ اور إِذَا بُعْثِرَ
مَا فِي الْقُبُورِ سے حشر اجساد ثابت ہے۔ اور وجوب ایمان بقضاء اللہ و
ومیزان وحقوق حساب وتطایر صحائف۔ وخلق جنت والنار سب
صحیح دلائل مذکورہ فی کتب العقائد سے ثابت ہے۔ اور فَأْتُوا بِسُورَةٍ
مِنْ مِثْلِهِ سے معجزہ حضرت صلعم کا ثابت ہے۔ پس تمام کلام مجید معجزہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ مَا فَرَّطْنَا مِنْ شَيْءٍ فِي الْكِتَابِ سے سب
عقائد ثابت ہیں۔ اور حضرت شیخ قدوۃ المحققین شیخ محی الدین ابن عربی
قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہر مومن اپنے رب کے حدود کو فراموش نہ
کرے۔ جس کی تکلیف اس دار دنیا میں اوس کو اللہ نے دی ہے۔
اور اکثر عمر اپنی اس اشتغال میں مستغرق رکھے۔ کہ خصوم واعدا کی
مدافعت میں رہے۔ جنکا وجود اسکی ولایت میں ہنوز نہیں ہے۔ اور
شبہات ممکنۃ الوجود انکے دفع کرتی ہے۔ اس سے صاف واضح ہے
کہ سلف صالحین نے کتب عقائد محض برائے رد والزام منکرین وخصوم کے
تحریر فرمائی ہیں۔ پس عاقل وہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں علم شریعت کا شغل
رکھے۔ کہ اس میں علم کلام کا آجاتا ہے۔ باقی مباحث جوہر وعرض وہیولی
وصورت کے نہ منکر ونکیر پوچھیں گے۔ اور نہ خدائے تعالے قیامت
میں اونکا حساب لیگا۔ اگر کوئی مخالف اسلام پیدا ہو کر عناد اجادلہ کرے
تو اوس کے دفعیہ کے واسطے اوسکے مذہب کی کتابیں ملاحظہ کر کے بدلائل
عقلیہ جواب دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ دلائل شرعیہ کو تسلیم نہیں کرتا۔ اسواسطے



کہ شریعت کے مسائل [illegible] رائج نہیں ہیں۔ پس سوائے
دلیل عقلی کے دوسری دلیل قاطع اوسکے واسطے نہیں ہے۔ اور عقیدہ
ثابتہ از قرآن شریف قطعی الثبوت ومحفوظ از خلل ہے۔ اور عقائد ثابتہ
بدلائل عقلیہ صرف بلا تائید کلام الٰہی وکشف اولیاء کے ظنی ہیں۔ دیکھو حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہود نے سوال کیا۔ اُنْسُبْ لَنَا رَبَّكَ یعنی
اپنے رب کی نسب بیان فرماؤ۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
سورۂ اخلاص قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھ سنائی کوئی دلیل عقلی پیش نہ فرمائی
اَللّٰهُ اَحَدٌ سے نفی ضد کی کر کے اثبات وجود احد کا اور وحدانیت اوسکی
فرمائی۔ اور اَللّٰهُ الصَّمَدُ سے نفی شرکت جسمیہ کی فرمائی۔ اور لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ
سے نفی ولد ووالد کی فرمائی۔ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ سے نفی صاحب شریک
کی فرمائی۔ اب مسلمان آدمی قرآن شریف سنکر دلیل عقلی ان مطالب
مذکورہ کو طلب کرے۔ تو وہ بڑا جاہل ہے۔ کیونکہ دلیل قطعی پر قانع نہیں ہوتا
اور ظنیات کے درپئے ہوتا ہے۔ افسوس ہے اون لوگوں پر جو معرفت
اللہ کی دلائل عقلیہ سے چاہتے ہیں۔ اور تارک دلیل عقلی کو کافر جانتے ہیں
کیا وہ خود قبل از استدلال عقلی کے مسلمان تھا یا مجوس اور [illegible] در وقت
استدلال نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا تھا۔ اور مسلمان تھا یا نہیں اور رسالت
حضرت کا قائل تھا یا نہیں۔ یہی حال عوام الناس کا ہے۔ اسی حال پر انکو
چھوڑا جاوے۔ اور کسیکو کافر نہ بنایا جاوے۔ اگر اوسکو یہ خیال ہے۔ کہ
بدون استدلال کے اعتقاد نہیں ہو سکتا۔ تو یہ خیال اوسکا معاذ اللہ کفر
ہے۔ کہ جس نے اون کو کفر میں رکھا۔ اور شیخ قدوۃ المحققین اکثر یہی فرماتے
تھے۔ کہ اہل اللہ کی شان سے بعید ہے کہ کسیکو بدون مخالفت نصوص
قطعیہ یا مخالفت اجماع کے کافر کہیں۔ اور اگر کلام کرتے ہیں تو اونکے اصول میں

کرتے ہیں۔ عوام کا عقیدہ سلیم تر ہے۔ اُن شبہات سے جو متکلمین کے
خیال میں موقر ہیں۔ عوام قواعد دین پر مستقیم ہیں۔ گو اونکو اطلاع قواعد
کی نہیں۔ بلکہ یہہ عقائد والدسے اُن کو تلقین ہوتے ہیں۔ یا الہام رب سے
اور شیخ کمال الدین بن ہمام کا قول ہے کہ تصویر تقلید مسائل الایمان کی مشکل
ہے۔ مقلد در ایمان نادر الوجود ہے۔ کیونکہ بازاریوں کو دیکھتے ہیں کہ اعتقاد اُنکا
مملو از دلائل ہے۔ کہ حوادث سے وجود حق و صفات حق پر استدلال کرتے
ہیں۔ اور مقصود اُن استدلال حصول جزم قطع کا ہے۔ سو وہ عوام کو از
استماع اقوال اکابر بخوبی حاصل ہوتا ہے۔ پس ترک استدلال مضر نہیں غرض
تحصیل مطلب ہے۔ مگر تقلید ایمانی معرض امکان وقوع شبہہ کا ہے۔ اور استدلال
اس سے محفوظ ہے۔ اور احمد بن علامہ سرخسی کو اجل اصحاب امام اشعری
کا ہے۔ کہتا ہے کہ جب امام اشعری میرے گھر میں قریب الانتقال ہوئے۔ تو مجھ سے کہا
کہ سب اصحاب کو بلاؤ۔ جب سب حاضر و جمع ہوئے۔ تو فرمایا کہ میں کسی اہل قبلہ کو
عوام سے کافر نہیں کہتا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ سب معبود واحد کیطرف اشارت
کرتے ہیں۔ اور اسلام سب کو شامل ہے اور امام قشیری نے کہا ہے کہ یہ بات
کہ امام ابو الحسن اشعری مقلد الایمان کو غیر صحیح الایمان کہتے تھے غلط ہے اور دروغ
کیونکہ ایسا بڑا جلیل القدر امام غالب عقاید مسلمانوں کو کسطرح حرج کر سکتا ہے۔ کہ
اونکے عقاید کو ایمان سے خارج کرے۔ اور تاج الدین سبکی نے کہا کہ رافع تشنیع از
امام اشعری اس مسئلہ میں یہ ہے۔ کہ امام جب قول غیر مع الشک و التردد اخذ کریں
تو اس اخذ کو ایمان نہیں کہتے۔ جب تک یقین و جزم نہ لاوے۔ اسواسطے کہ ایمان
مع اوسکے تردد غیر صحیح ہے۔ اور اگر مقلد قول غیر کو جزماً و یقیناً لیوے تو ایمان ہے
جلال محلی نے کہا کہ یہی بات مقرر و معتبر ہے۔ اور محقق تفتازانی نے کہا ہے کہ نظر در
استدلال بر سبیل متکلمین بہ تحریر ادلہ و دفع اشکوک و شبہات فرض کفایہ ہے

عقائد میں اہل ایک مشتق کافی ہے۔ اور بعض شخص کو خوف وقوع در شبہہ کا ہو
تو اوس کو خوض در دلائل مشروع ہے۔ جلال محلی نے کہا کہ امام شافعی وغیرہ نے منع
از اشتغال العلم کلام میں اونکا مطلب بدینی ہے۔ اور یہی محل اوس نہی کا ہے۔
شیخ محی الدین قدس سرہ نے فتوحات میں کہا ہے کہ محل نہی کا کلام بنظر و فکر ہے۔ فقط
کیونکہ نظر و فکر محل خطا ہے۔ والا اہل کشف محقق تحقیقات نفس الامریہ کے ہیں وہ محل
خطا انکا نہیں۔ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ عبد الوہاب شعرانی رح کہتے ہیں۔ کہ تشیید عقائد
بہ کلام اہل کشف چاہیے۔ نہ بکلام اہل نظر و فکر۔ شیخ نے کہا ہے کہ میں حضرت قرآن عظیم
اپنی تالیفات میں بیان کرتا ہوں۔ کہ مفاتیح علم قرآن کی مجھکو عطا ہوئی ہے۔ اور میں
اس تالیف سے مجال الحق سے خارج نہیں ہوتا۔ اور اپنی تالیف میں کوئی امر
غیر مشروع بیان نہیں کرتا۔ سب کتاب و سنت سے مؤید ہیں۔ اور یہہ بھی کہا کہ
بحمد اللہ میرے پاس غیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں۔ پس ہمارے علوم
خطا سے محفوظ ہیں۔ ہمارے علم فیض الٰہی سے ہیں طریق فکر سے نہیں اور سب کچھ
امر الٰہی ہے۔ بر زبان ملک کا ہے ایسا ہوگا کہ میں دو کلاموں میں ایک اجنبی کلام کرونگا
جیسا حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ (محافظت کرو نمازوں کی اور
میانہ نماز کی) کا ذکر مابین آیات طلاق و نکاح و وفات و عدت کے آیا ہے۔ ان
کلمات سے معلوم ہوا کہ کلام کاملین کی خطا سے محفوظ ہے۔ اور شیخ نے کہا کہ اہل نظر
جو قاصرین ہیں اونکو نظر کرنی در کلام مخالفین ناجائز ہے۔ اور اہل تحقیق و کشف کو
جائز ہے۔ اور اسرار کو مخفی رکھنا واجب ہے کہ افشاء اسرار سے عوام انکار میں
پڑتے ہیں۔ اور اعدائے عدو اہل اسرار کے اہل نظر و فکر لوگ ہوتے ہیں۔ اور
وجہ انکار کی یہی ہے کہ علوم اہل اسرار طرق غریبہ سے آئے ہیں اور علوم اہل فکر
طرق مالوفہ سے۔ اور یہہ بھی فرمایا کہ جو کوئی علوم اسرار معلوم کرنا چاہے۔ وہ احتراز
از دنیا کرے۔ اور دنیا کے جانے سے خوش ہووے۔ اور آنے سے منقبض الخاطر

اہلِ الدنیا کو فہم غوامض شریعت وحل مشکلات توحید کا منصب نہیں ہوتا۔
اور فرمایا کہ میزان شرع کی جو علم رسمی ہے ہاتھ سے نہ دینا۔ بلکہ جو حکم وارد ہوا ہے۔ اوسکی
تعمیل کیطرف مبادرت کرنی لازم ہے۔ پس اگر تو مفہوم الناس ظاہر شریعت
کے خلاف سمجھے تو اپنے فہم کو ترک کرکے مفہوم الناس ظاہر پر عمل ودرآمد کرنا
واجب ہے۔ کہ یہ تیری سمجھ مکر الٰہی ہے۔ اس پر اعتماد نہیں۔ تجکو اس
صورت علم الٰہی میں محکوم نہ فرماوے۔ مِنْ حَيْثُ لَا تَشْعُرُونَ (جس طرف سے تو نہیں
جانتا) اور اپنے کشف کو نص پر تقدیم دینے میں سلسلہ انتظام اہل اللہ سے
خروج ہے۔ اور بالاخسرین اعمالا کے ساتھ لحوق ہے۔ اور فرمایا کہ میزان شرع
کی علمائے شریعت کے ہاتھ میں ہے۔ جو ولی میزان شرع سے بحالت عقل
تکلیف خارج ہو تو وہ منکر ہے۔ اگر مغلوب العقل ہو تو وہ معذور رکھا جاوے
گا۔ کیونکہ اقتدار اوسکا اوسی حالت میں ناجائز ہے۔ اگر ولی ایسا کام کرے جس پر
حد جاری ہوسکتی ہے۔ تو وہ حد اوس پر جاری کیجاوے۔ اور یہ عذر اوسکا کہ
میں مثل اہل بدر کے ہوں۔ غیر مسموع ہوگا۔ کیونکہ اہل بدر سے باوجود وعدہ مغفرت
کے حدود دنیاوی ساقط نہیں ہوئی۔ تعین صرف عذاب آخرت کی مغفرت ہے
اگر کسی بندہ کو کہا گیا ہو۔ کہ تو جو چاہے سو کر یہ بندہ شرعاً عاصی ہوگا۔ کیونکہ
مغفرت ذنوب کی ہوتی ہے۔ اسقاط حد ذنب تو نہیں فرمایا۔ پس حاکم اجرائے
حدود میں ماجور ہے۔ علامت صاحب کی یہ ہے کہ حدود متولی کو تصرف نفس
اپنے سے محفوظ رکھے۔ ایسا نہ کرے کہ حدود جاری کرنے والے کا ہاتھ خشک کرادیوے
کہ اوس کو طاقت اجرائے حد کی نہ رہے۔ اور فرمایا کہ شریعت عین حقیقت ہے۔
کیونکہ شریعت کے دو دائرے ہیں۔ ایک علیا دوسرا سفلی۔ دائرہ علیا برائے
اہل کشف ہے۔ اور دائرہ سفلی برائے اہل فکر۔ جب اہل فکر نے اہل کشف
کو اپنے دائرہ سے خارج پایا۔ تو حکم دیا کہ اہل کشف خارج از شریعت ہیں



اور اہل کشف اہل فکر کے منکر نہیں ہوتے۔ اور جامع الامرین حکیم الزمان
ہے۔ کیونکہ یہ جامع الطرفین عزیز الوجود ہے۔ لہٰذا اہل ظاہر نے مابین انکے
تفریق کردی اور اصل فرق نہیں۔ ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اولاً
انکار کرتے رہے آخر حضرت خضر علیہ السلام پر انکار نہ کیا۔ اور فرمایا کہ
قطاع الطریق سفر معقولات میں شبہات واردہ بالعقل ہوتے ہیں
اور قطاع الطریق سفر شریعت میں تاویلات ہیں۔ جب تک مسافر
راستہ میں ہے۔ تو قطاع الطریق کا خوف ہے۔ جب واصل ہوا تو تاویلات
سے محفوظ رہا۔ اور فرمایا کہ موازین اولیائے کاملین کی ہرگز مخالفت شریعت
کے ساتھ نہیں کرتی۔ اگرچہ عامۃ الناس اونکو مخالف بتاویں۔ لیکن دراصل
موافق ہیں۔ دوسرے لوگ اپنے موازین کے حکم سے اون کو
مخالف کہتے ہیں۔ اور موازین شریعت کے تین ہیں۔ میزان الا
جماع۔ میزان الکشف۔ میزان الاجتہاد المطلق اور ماسوائے انکے آرائے
ہیں۔ اہل اقتدا و پر اعتماد نہیں کرتے۔ اور فرمایا کہ شرط تفسیر قرآن
شریف کی یہ ہے۔ کہ محتمل الالفاظ سے خارج نہ ہو۔ ورنہ تفسیر بالرائے پر وعید
وارد ہے۔ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهٖ فَقَدْ كَفَرَ (جس نے قرآن
شریف کو اپنی رائے کے ساتھ تفسیر کیا وہ کافر ہوا) اور مسائل فلاسفہ [illegible]
کو بلا وزن بمیزان شریعت رد کرنے سے احتمال انکار حق کا ہوتا
ہے۔ جس مسئلہ فلاسفہ کو شرع رد کرے اوسکا انکار چاہئے۔ اور جس کے
ساتھ اتفاق ہو وہ تسلیم کے لائق ہے۔ اختلاف فلاسفہ کا باعث
تاویل کے ہے۔ کہ جب حضرت ادریس علیہ السلام کا عروج سماوی ہوا
تو تابعین اونکے فہم شرع میں مختلف ہوئے۔ اور باب تاویل مفتوح
کیا۔ اصل حقیقت شریعت کی نہ سمجھے۔ جیسے علماء [illegible] کے

تا دیل کے سبب مختلف ہوئے۔ ایک مُجمل ایک چیز کا ہے۔ دوسرا
مُحرّم۔ مدار اعتقاد کی جزم و یقین پر ہے۔ مقلد خارج ہے۔ تو وہ مُستدل
وَاَفِیْدُ الْاِیْمَانَ مِنَ الدَّلِیْل سے افضل ہے۔ کیونکہ دلیل میں ورود شبہات
کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ حال استدلالیوں سے واضح ہوتا ہے کہ اوّل انکو
ایک مسئلہ کا یقین ہوتا ہے جب خصم سے مناظرہ کرتے ہیں۔ اور دلیل
خصم کی قوی دیکھتے ہیں۔ تو اپنے مطالب سابق کو مرجوح پاتے ہیں۔ اور
ترک کرتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ ہماری دلیل خطا تھی۔ وجہ غلطی کی یہ
ہے کہ میزان شریعت کی ہاتھ سے دیدی تھی۔ اِس علم استدلالی اور کشفی
میں فرق آتا ہے۔ کہ استدلالی نظری ہوتا ہے اور کشفی بدیہی و
ضروری اور صاحب کشف کا علمی تصرف من ربہ ہوتا ہے۔ وہی سبب ہے
کہ اشعری و معتزلی کے دلائل باہم مشتبہ ہوتے ہیں۔ ایکدوسرے کی
دلیل میں شبہ پیدا کرتے ہیں۔ اور ہر ایک مذہب مجتہدین و متکلمین
میں کچھ نہ کچھ انکار ہے۔ پھر سب اشاعرہ ہوکر باہم اختلاف پیدا
کرتے ہیں۔ ابو المعالی مخالف قاضی کے ہے۔ اور قاضی مخالف اوستاذ
کا۔ اور اوستاذ مخالف ابو الحسن اشعری کا۔ بااین ہمہ سب مدعی اشعریت
کے ہیں۔ جیسے ایک مذہب والے مذاہب مجتہدین سے باہم اختلاف
کرکے مدعی اتحاد مذہب کے ہوتے ہیں۔ اور اہل نظر بمقام وجوب
علم معذور نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ تقلید معصوم کی اقوی ہے از علوم نظری
جیسے شہادت اِس اُمت کی امم ماضیہ پر کہ انبیاء کرام نے تبلیغ دعوت
حق کی کردی تھی۔ دلالت کرتی ہے اِس بات پر کہ علم یقینی استدلالی
سے افضل ہے۔ کیونکہ علم یقینی اِس اُمت کو خبر اللہ سے ہے اور یہ یقین استدلالی
نہیں۔ تقلید ہی ہے۔ کہ کتاب اللہ پر یقین کرنے سے یہ مرتبہ ملا۔



اور شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جبتک معرفت اللہ تعالیٰ قطعی نہ ہو۔ تب تک
عبادات غیر صحیح ہے۔ اور جو کوئی اپنے ظن پر معبود قرار دیکر عبادت
کرے تو یہہ ظن موجب حزن ہوگا۔ لَا یُغْنِیْ ظَنَّ شَیْئًا اور شرط
وجوب بالشیئے کی یہ ہے کہ اوس شیئے کا وجود بنص قطعی ثابت ہو۔
متواتر یا کشف محقق ہو۔ یا خبر واحد صحیح ہو۔ اوس کے عقیدہ میں خبر
واحد صحیح کو کافی جانتا ہے۔ لیکن خبر واحد صحیح فقط احکام دنیا میں مفید ہوگی
اور احکام قیامت میں غیر مفید ہوگی۔ بلکہ احکام آخرت میں اوس کو
کہنا ہوگا کہ اگر یہہ خبر صحیح ہے تو میرا عقیدہ ہے۔ غرض یہ ہے کہ عقیدہ
متواتر کے ساتھ لازم ہے۔ اور دلیل عقلی جب متفق بنص متواتر ہوویگی
تو عقیدہ بنص واجب ہوگا۔ نہ بدلیل۔ عاقل اور مومن کو اپنے علم
و یقین پر مداومت کرنی لازم ہے۔ اگرچہ صورت معلومہ متغیر ہوجاوے
اور شیخ ابو الحسن شاذلی رح فرماتے تھے کہ عُلُوْمُ النَّظَرِ اَوْهَامٌ اِذَا اقْتَرَنَتْ
بِالْاِلْهَامِ (علم دلیل کے سست ہیں جب قرین الہام کے کیئے جائیں) اور
شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ جزم و قطع بدون کشف کے مت کر کیونکہ
اہل استدلال علامات و شواہد سے خیال کرتے ہیں۔ کہ ظفریاب ہوگئے۔
پس اپنے مخالف کو کافر کہتے ہیں۔ یہ قصور فہم کا بسبب ضیق نظر کے
ہے۔ اگر نظر وسیع ہوتی تو مقر ہوتے کہ اہل توحید کُلُّهُمْ عَلَى الْحَقِّ ہیں۔
(تنبیہ) اِس بیان سے یہہ مطلب نہیں کہ کل مذاہب حق ہیں بلکہ
صرف ایمان باللہ میں کلام ہے۔ کہ موحدین بالانظار و بالکشف و بالتقلید
اپنے اپنے درجہ میں حق ہیں۔ نہ یہ بات کہ رفض و خروج و اعتزال سب
حق ہیں۔ کیونکہ۔ اَلْاِخْتِلَافُ فِي الْعَقَائِدِ ضَلَالٌ وَالْاِخْتِلَافُ فِي الْفُرُوْعِ
مَغْفُوْرٌ بَلْ رَحْمَةٌ وَالْمُخْطِئُ فِي الْاُصُوْلِ وَالْعَقَائِدِ کَافِرٌ وَ فِيْهَا گنہگار

فرض ہوا۔ **عقیدہ دوسرا** ۔ (در حدوث عالم) یہ مسئلہ مختلف فیہا مابین اہل سنت و فلاسفہ ہے۔ اجماع اُمت حدوث عالم پر ہے۔ دلیل علمائے متکلمین کی یہ ہے العالم متغیر وکل متغیر حادث اعیان و اعراض تغیرات سے خالی نہیں۔ کہ حرکت و سکون و نور و ظلمت و عناصر و افلاک۔ و حیوانات و معادن کا حال دیکھنے سے اور دلیل سے واضح ہے۔ کہ متغیر ہیں (**عقیدہ تیسرا** در وجوب معرفت باللہ کہ ہر بندہ پر بقدر وسعت ہے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ ابن عباس نے فرمایا الا لیعرفون یعنی جنات اور انسان کو معرفت کے واسطے پیدا کیا۔ ہر ایک عارف ایک جو سے عارف ہے کوئی کشف و مشاہدہ کے ساتھ ہے۔ کوئی دلیل کے ساتھ۔ معرفت اللہ کی شناخت کا نام ہے۔ علم اسماء اور صفات ذاتیہ اور معنویہ کا یہی مطلوب ہے۔ معرفت صانع سے اور ذات باری تعالیٰ احاطہ سے برتر ہے۔ جس پر کوئی محیط نہیں ہوسکتا۔ (**عقیدہ چوتھا** در وجوب اعتقاد اینکہ کہ حقیقت الٰہیہ حقائق کونیہ سے مخالف ہے) دنیا میں معلوم نہیں ہوسکتی۔ اکثر متکلمین کہتے ہیں کہ دنیا میں معلوم ہے۔ کیونکہ کل الناس مکلف بعلم وحدانیت باری تعالیٰ ہیں اور علم وحدانیت بدون علم حقیقت کے ناممکن ہے۔ دوسرے متکلمین جواب دیتے ہیں۔ کہ واسطے معرفت باری کے علم بوجہ کافی ہے۔ کہ وہ علم بصفات ہے۔ اور علم آخرت میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ جب رویت ہووے گی۔ تو علم حقیقت کا ہوجاویگا۔ دوسرے کہتے ہیں۔ کہ رویت مفید علم بالحقیقت نہیں ہوتی۔ شیخ محی الدین نے فرمایا کہ کسی کو جائز نہیں کہ معرفت ماہیت حق کا طالب ہو مراقبہ ذات باری کا منع ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ جو کچھ وہم میں متصور ہو۔ اللہ تعالیٰ اُس کے برخلاف ہے۔ اور ذات اللہ تعالیٰ کی مشابہ کسی ذات کے ساتھ نہیں۔ اور نہ صفات سے معطل ہے تنزیہ خدا تعالیٰ



کی صفات الخلق سے ہے۔ فرق مابین تنزیہ اور تقدیس کے یہ ہے کہ تنزیہ اُن صفات سے ہوتی ہے کہ مشعر نقصان کے ہوں اور تقدیس وہ ہوتی ہے کہ اتصاف ذات ساتھ صفات کمال اور جمال کے ہو۔ جو مشعر نقصان کے ہوں۔ (**عقیدہ پانچواں** در وجوب اعتقاد اسبات کے کہ اللہ تعالیٰ نے کل عالم کو پیدا کیا۔ نہ اِس کو کوئی حاجت تھی۔ نہ کوئی موجب تھا کہ ایجاد عالم کا موجب ہوتا کیونکہ غنی مطلق ہے۔ اور فاعل مختار قایم بالذات ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ جائز نہیں۔ کہ کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ ظہور اسماء و صفات میں مفتقر ہوئے عالم ہو کیونکہ وہ مطلق غنی ہے (**عقیدہ چھٹا** در وجوب اعتقاد اِسبات کے کہ عالم کے ایجاد سے ذات باری میں کوئی حادث نہیں ہوا اور حلول اور اتحاد نہیں) شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ عربی نے اپنے عقیدہ میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نہ کسی میں حلول کرتا ہے۔ نہ کوئی چیز اُس میں حلول کرتی ہے۔ اور لکھا ہے کہ عارف کو یہ جائز نہیں۔ کہ انا اللہ کہے۔ بلکہ وہ انا العبد الذلیل کہے۔ جب کفار لوگ کہیں۔ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ۔ اولیاء اللہ دعوی اتحاد کا کس طرح کرسکتے ہیں۔ کیونکہ وے جانتے ہیں۔ کہ حقیقت باری تعالیٰ کی سب حقائق سے فائق ہے۔ اور یہ کہنا بھی جائز نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر مکان میں ہے۔ جیسے معتزلہ اور قدریہ کہتے ہیں۔ دلیل اُن کی وھو اللہ فی السموٰت والارض ہے (**جواب**) اُس کا یہ ہے۔ کہ معنی آیت کے یہ ہیں۔ کہ اوامر و نواہی اور وقوع حوادث موافق اُس کے ارادے کے ہیں (**عقیدہ ساتواں** در وجوب اعتقاد اِس کے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مکان و زمان حاوی نہیں) بلکہ اُس نے مکان و زمان کو پیدا کیا اور جن آیات سے فوقیت یا استواء یا ظرفیت یا معیت مفہوم ہوتی ہے وہ **محمول** بر صفات ہے (**عقیدہ آٹھواں** در وجوب اعتقاد اینکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ سبحانہٗ وہ فی السماء اور سبحانہٗ مستوی

علی العرش ہو یا سمجھا لیکہ فی السموات والارض اور سمجھا لیکہ اقرب الینا من حبل
الورید۔ یہ مراتب علم اور اختصاص کے ہیں۔ اور ذات باری تعالیٰ متعالی ہے
اُس سے کہ اس کو مستوی علی العرش کہیں۔ یا فی السموات کہیں معیت معنا کی
بعد ظرفیت فی السموات کی راجع بسوئے صفات ہے نہ بسوئے ذات باری تعالیٰ
(**عقیدہ نانواں**) در وجوب اعتقاد اینکہ اللہ تعالیٰ کی مثل معقول نہیں نہ
عقول اُس پر دلائل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیس کمثلہ شئی۔ اس سبب سے
عارف کو ایک تجلی دوبارہ نہیں ہوتی۔ اور نہ دو عارف پر ایک شے میں تجلی
فرماتا ہے۔ اور محال ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو کوئی اصطلاح عارفوں کی
ضابط ہو۔ لیس کمثلہ شئی میں کاف صفت کا ہے یا زائدہ۔ شیخ محی الدین عربی
نے فرمایا کہ یہ کلام فضول ہے۔ کیونکہ علم حق قیاس اور نظر سے نہیں معلوم
ہو سکتا۔ یہ علم راجع بسوئے قصد متکلم ہے۔ حق تعالیٰ کی مراد نفس حق میں
ہے۔ کاف صلی یا زائدہ کہنا عقل کا کام نہیں۔ (**عقیدہ دسواں**)
در وجوب اعتقاد اینکہ اللہ تعالیٰ ہو الاول والآخر والظاہر والباطن۔ اُس کی
ابتداء ہے نہ انتہا۔ اور دارین میں ظہور بالقہر والسلطان اُسی کا ہے۔ اور جیسے
معرفت باری تعالیٰ کی اپنی ذات کے ساتھ ہے۔ دوسرے کو نہیں۔ پس
باطن ہے۔ شیخ نے فرمایا اول ہے من عین ما ہو آخر و ظاہر ہے و باطن
و آخر ہے من عین ما ہو اول و باطن و ظاہر ہے۔ و باطن ہے من عین
ما ہو ظاہر و اول و آخر غرض ہر صفت میں دوسری صفات ہیں۔ کیونکہ
صفات باری تعالیٰ کے متباین ہیں۔ بصفات الخلق صفات خلق میں تعدد
ہے ایک صفت خلق کی دوسری میں نہیں ملتی۔ جیسے شم سے بصارت
نہیں بصارت سے سمع نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس حواس ظاہرہ و باطنہ اپنے اپنے
مدرکات میں منحصر ہیں (**عقیدہ گیارھواں**) در وجوب اعتقاد اینکہ اللہ



تعالیٰ اشیاء کو قبل از وجود در عالم شہادت جانتا تھا۔ پھر موافق علم کے ایجاد فرمایا
عالم کے ایجاد سے علم اُس کا متجدد نہیں ہوا۔ ایجاد عالم سے عالم کو فائدہ ہوا۔ کہ وہ
بنفسہ وغیرہ عالم عارف بنا۔ قبل ازیں ایجاد و ظہور یہ علم اُس کو نہیں تھا۔ اور اللہ تعالیٰ
کا علم قبل از ایجاد و بعد از ایجاد یکساں ہے (**عقیدہ بارھواں**) در وجوب
اعتقاد اینکہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو بغیر مثال سابق پر ابداع و اختراع فرمایا۔ برخلاف
ایجاد عباد کہ وہ سابق پر ایجاد کرتے ہیں۔ کوئی عبد قادر نہیں۔ کہ بارادت اللہ
اختراع کسی چیز پر قادر ہو مگر یہ کہ اپنے نفس میں صورت اُس چیز کی سوچے گا پھر
اُس کو ظاہر کریگا۔ بر شکل صورت تصوری۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے
کیونکہ وہ عالم ہے بالخلق ازلاً جیسا گذرا (**سوال**) فتبارک اللہ احسن
الخالقین کے کیا معنی ہیں۔ اس سے موہوم ہے۔ کہ خالق بہت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ
احسن ہے۔ (**جواب**) دونوں خلق میں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ جب ایجاد خلق
کا ارادہ کرتا ہے تو شہود علمی سے اسطرح ظاہر کرتا ہے کہ خلق کو خلعہ وجود کا پہنا دیتا
ہے جب بندہ ارادہ ایجاد کا باذن اللہ کرتا ہے۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام تو پہلے
تصور و تدبر کسی چیز موجود کا کرتا ہے۔ اور اُس کی مثل ایجاد ابداع کرتا ہے۔ پس
کسی بندہ نے ایجاد نہیں کیا۔ مگر بواسطہ ایجاد باری تعالیٰ اور ایجاد باری تعالیٰ
کا بلا واسطہ ہے۔ (**عقیدہ تیرھواں** کہ اللہ تعالیٰ موصوف بجمیع اسمائہ و صفاتہ
ہے بہ تنزیہ علمیت کا مقتضا کیا ہے)۔ اسماء وہ ہیں کہ دلالت کریں بر ذات مقدس
باعتبار صفت جیسا عالم خالق و رازق صفات ذات وہ کہ جو افعال باری پر دلالت کریں
جیسا خلق و رازق احیاء و امانت یا تنزیہ باری عن النقص پر دلالت کریں۔ جیسا کہ
سمع و بصر و کلام و صفات الافعال جیسے خلق اور رزق اور احیاء و امانت عند الحنفیہ
ازلی ہیں۔ اور عند الاشاعرہ قدیم نہیں۔ یہ بات کہ اسم عین مسمیٰ کا ہے یا غیر اول
قول امام اشعری کا ہے اور یہ نزاع صرف اسم اللہ میں ہے۔ اسم کے تین معنی ہوتے

ہیں۔ ایک لفظ مفرد موضوع برائے معنے دو سوا ذات الشی کے تیسرا صفت جیسا خالق عظیم علیم وغیرہ ان تین اقسام کے سوائے۔ دوم قسم اسم کے عین مسمّی نہیں ہو سکتے۔ اور اسم ثالث بمعنی صفت عند الاشعری راجع بسوئے ذات ہو جیسا اسم اللہ تعالیٰ کا اور وہ نفس مسمّی کا ہے۔ اگر راجع بسوئے صفات افعال ہو جیسا خالق رازق تو وہ غیر مسمّی کا ہے اور اگر بسوئے ذات صفات ہو جیسا علیم اور قدیر تو وہ نہ عین مسمّی کا ہے اور نہ غیر اور عین کے معنی یہ ہیں کہ ایک کا دوسرے سے (انفکاک) یعنی جدائی نہ ہو۔ اور غیر کے معنے وہ کہ جن کا (انفکاک) یعنی جدائی ہو) (**عقیدہ چودھواں** صفات اللہ عین ہیں) یا غیر صفات حق کے صفات سبعہ زائد بر ذات۔ قائم بالذات ہیں۔ لازم للذات غیر قابل انفکاک جیسا اللہ تعالیٰ حی بحیات و عالم بعلم و قادر بقدرت اور صفات بقا میں اختلاف ہے۔ امام اشعری اور تابع اُن کے کہتے ہیں کہ زائد بر ذات ہے۔ اور معتزلہ اور متکلمین غیر زائد کہتے ہیں (**عقیدہ پندرھواں** اسماء اللہ توقیفیہ ہیں) اس میں اختلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اطلاق اُن اسماء کا جائز ہے جو شرع میں وارد ہیں سوائے اون کے جائز نہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ جائز ہے۔ اختلاف اُن اسما میں ہے جو صفات اور افعال سے بناتے ہیں۔ اور جو اسماء اعلام موضوعہ لغات میں ہیں۔ اون میں اختلاف نہیں۔ مثلاً لفظ عارف کا اور فقیہ کا اور عاقل کا حق پر بولنا ناجائز ہے۔ کیونکہ اُن سے ایسا امر مفہوم ہوتا ہے۔ جو لائق جناب کبریائی کے نہیں۔ کیونکہ معرفت مشعر بسبقت جہالت ہے اور عقل عقال سے ہے۔ جس کے معنی بندش کے ہیں یعنی عقل وہ علم ہے کہ اقدام نالائق چیز پر سے روکے اور اب ہم کو یہ جائز نہیں کہ یستہزء سے یا مکر اللہ یا وھو خادعھم سے یا نسوا اللہ فنسیھم اشتقاق کر کے اللہ پر مستہزء یا ماکر یا خادع یا ناسی کا اطلاق کریں۔ فقط تلاوت قرآن شریف میں بر سبیل حکایت ہم پڑھینگے۔ (**عقیدہ سولھواں** حضرات



اسماء ثمانیہ الحی العالم القادر المرید السمیع البصیر المتکلم الباقی) اسم الحی سب پر مقدم ہے۔ معنے اُس کے جس کی زندگی ذاتی ہو۔ یہ خاصہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور قدرت بعد ارادہ کے ہے۔ اور ارادہ بعد علم کے۔ اور علم بعد حیات کے۔ اور حیات تابع ذات کے۔ علیٰ ہذا القیاس سمع بصر متکلم بقا سب اسماء الٰہیہ در بار ذات میں جمع تھے۔ جب کوئی زبان مکان نہ تھا۔ سب کے تقاضے سے جہان پیدا ہوا۔ (**عقیدہ سترھواں** معنی استواء علی العرش) شیخ صفی الدین بن ابی منصور نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا استواء علی العرش بصفت رحمانیہ ہے۔ جیسا اُس کے جلال کے لائق ہے۔ ذات عالی کو مستوی علی العرش کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایسی صفت نہ بولی جاوے۔ کہ جس کا ہم کو علم نہ ہو۔ عقل تو یہ تجویز کرلی ہے جیسا استوی بادشاہ کا پادشاہی پر بتدبیر ہوتا ہے۔ ویسا چاہیئے۔ لیکن شرع اس تجویز کو منع کرتی ہے۔ پس کشلہ شیخ حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ اسم رحمان اعظم الاسماء ہے۔ حکماً در مملکت رحمان کے متصل رب ہے۔ اسی واسطے نزول رب کا آسمان دنیا پر وارد ہوا۔ اور رحمان کا بر عرش یہ ظہور صفات کا ہے۔ ذات مکان سے کچھ تعلق نہیں رکھتی۔ وہ غنی مطلق ہے۔ جیسا گذرا۔ (**عقیدہ اٹھارہ**۔ بیان عدم تاویل در آیات صفات اولے ہے) مگر جب عدم تاویل سے خوف زوال ایمان کا ہو۔ تو تاویل جائز ہے۔ علمائے متکلمین فرماتے ہیں۔ کہ آیات صفات کی جن کے معنی ظاہر ہوں تو ظاہر پر اعتقاد چاہیئے۔ جب کوئی متشابہ سنے۔ جیسا الرحمٰن علی العرش استوی ویبقی وجہ ربک ویداللہ فوق ایدیھم اور مثل اس کی

اب ایسے متشابہ کی تاویل جائز ہے۔ یا تفویض الی اللہ کرنی چاہیے۔
مذہب سلف کا ہے۔ کہ اللہ کو منزہ از ظاہر لفظ اعتقاد کرکے تسلیم چاہئے
اور مذہب خلف کا تاویل ہے۔ مگر تاویل ایسی ہو۔ کہ اعتقاد میں فرق نہ
آوے۔ سو یہ مشکل ہے۔ پس تفویض اسلم ہے۔ اور تاویل اقرب
الی الخطاب غرض جو معتقد ہے۔ کہ حقیقت باری تعالے کی مخالف ہے
واسطے کل حقائق کے تو وہ تاویل کیطرف نہیں جاتا۔ کیونکہ اس کے
کل صفات مثل حقیقت کے مخالف صفات خلق کے ہیں۔ جیسی ذات
عالی ہے۔ صفات بھی عالی ہے۔ (**عقیدہ انیسواں** بیان
کرسی اور لوح اور قلم اعلی کا) جیسا استوا علے العرش کا مسئلہ نامعلوم
ہے۔ ایسا ہی کرسی کی حدیث مفوض الی اللہ کرنی چاہیے۔ اور استوا
علی العرش خاص باسم رحمٰن ہے۔ تو کرسی کے اندر وہ رحمت رحمانیہ کی
منقسم بطرف امر اور نہی ہے۔ جنکا منتہا جنت اور دوزخ ہے۔ اور حدیث
قدمین کی یہی تنبیہ کرتی ہے۔ کہ وہ امر اور نہی ہے۔ جنکا منتہا خیر اور
شر ہو کر جنت اور جہنم ہے۔ آخر ذکر وضع قدم کا در دوزخ اسی پر دلالت
کرتا ہے۔ قدم یعنی شرار الناس دال اس پر ہے ÷ (**عقیدہ بیسواں**
اخذ میثاق بنی آدم سے یوم میثاق جب آدم کی ظہر میں تھے یعنی بہشت میں
تھے) معتزلہ اس عہد میثاق کے منکر ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ معنی قول اللہ
تعالی کے واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم کے یہ
ہیں۔ کہ دنیا میں یہ تناسل اور توالد ہو رہا ہے۔ اور ارسال رسل کا استکمال
عقل کا اور نظر و فکر اور استدلال کا یہی خطاب ہے۔ اور عہد میثاق کا
مشکل ہے۔ پس علم چھوڑ کر جہالت کو اختیار کیا۔ اور اللہ تعالی ان سے اخذ
عہد کیا۔ حقیقۃ۔ کیونکہ وہ علی کل شیء قدیر ہے۔ اہل سنت فرماتے ہیں



کہ عبداللہ ابن عباس کی حدیث ہے۔ کہ یہ اخذ میثاق وادی نعمان
میں تھا۔ وہ عرفہ کے پاس ایک وادی کا نام ہے۔ حضرت علی ابن
ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کہ اخذ عہد و میثاق جنت میں ہوا
حدیث میں وارد ہے۔ کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت
کو مسح کرکے ساری اولاد نکالی مثل چیونٹیوں کے۔ اس میں اختلاف
ہے۔ کہ پشت پھاڑی۔ یا سر کے سوراخوں سے نکالا۔ یہ دو درجہ بعید ہیں
شیخ ابو طاہر قزوینی نے فرمایا کہ مسام شعرات پشت سے نکالا۔ اور ظہر
کے معنی یہ ہیں۔ کہ فرشتوں کو حکم مسح کا فرمایا۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ مسح
السلطان طين البلد اور حالانکہ اعوان ملک مسح کرتے ہیں۔ کیونکہ
اللہ تعالے مسح ید سے پاک ہے۔ کیونکہ مابین حادث اور قدیم کے
اتصال ناممکن ہے۔ (**سوال**) یوم میثاق میں خلقت نے بلی کے
ساتھ کس طرح جواب دیا۔ کیا ایسا عقلا تھے۔ یا بزبان حال (**جواب**)
بلسان جواب دیا۔ اللہ تعالے نے اونکو حیات اور عقل اور نطق دیا تھا
اللہ قادر ہے۔ اور کیفیت مفوض الی اللہ ہے۔ (**سوال**) جب سب نے
بلی کہا تھا۔ تو بعضوں کا قول قبول ہوا۔ اور بعضوں کا رد اس کا کیا سبب ہے
(**جواب**) کفار کو تجلی ہیبت کے ساتھ ہوئی۔ تو خوف کھا کر بلا بولے۔ فلم
ينفعهم ايمانهم (ایمان منافقوا) کا نافع نہیں ہوا۔ اور مومنوں پر تجلی رحمت
کی ہوئی۔ انہوں نے جواب بلا کا خوشی سے دیا۔ فنفعهم ايمانهم [illegible]
(**عقیدہ اکیسواں** صفت خلق عیسی علیہ السلام اللہ تعالے نے فرمایا
کہ ان مثل عیسی عند اللہ كمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له كن فيكون
یعنی صفت عیسی علیہ السلام کی اللہ کے نزدیک مثل صفت آدم کے ہے۔ پیدا
کیا مٹی سے پھر اوسکو فرمایا (کن) ایسا ہوگیا (**سوال**) عیسی علیہ السلام

کی خلقت نطفۂ مریم علیہا السلام اور نفخ جبرئیل علیہ السلام سے ہے۔ اور آدم علیہ السلام کی مٹی سے تو وجہ مشابہت کی کیا ہے۔ (جواب) وجہ مشابہت کی عدم ابوۃ ہے مذکر جیسا آدم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا۔ ایسا ہی عیسٰی علیہ السلام کا نہ تھا۔ یہ آیت شریف واسطے رفع تہمت کے ہے۔ دلیل سے مقصود رفع شک کا ہوتا ہے۔ اور اگر حوا کی مثال دیتے۔ تو اسمیں ابوۃ کا ثبوت تھا۔ اگرچہ وہ مثال بھی مفید تھی۔ جیسا عدم اور وجود باپ کا مساوی ہے۔ عدم وجود ماں کا بھی ویسا ہی ہے۔ لیکن رفع تہمت مقصود تھی۔ (**عقیدہ بائیسواں**)۔ اللہ تعالٰے دُنیا میں مومنوں کو بالقلب مرئی ہے۔ آخرت میں مرئی ہوگا۔ بالابصار بلاکیف قبل دخول الجنۃ او بعد دخول جنت احادیث صحیحہ موافق آیت کریمہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ کے بہت وارد ہیں۔ کہ اوسدن چہرے تازے ہونگے۔ اپنے رب کو دیکھتے ہونگے۔ جمہور متکلمین نے کہا ہے۔ کہ رؤیت مومنین کی بلا مقابلہ و بلا جہت و بلا مکان کشف کے طور پہ ہوگی۔ جیسے اللہ تعالٰے ہم کو دیکھتا ہے۔ بہ نسبت خاص بلاکیف تو مومنین کی بھی رؤیت ایسی ہی ہوگی۔ بلاکیف رؤیت میں مُقابلہ شرط نہیں۔ جیسا حضرت صلعم آگے پیچھے برابر دیکھتے تھے۔ اللہ تعالٰی ہم کو برابر بلا مُقابلہ دیکھتا ہے۔ (**سوال**) رؤیت دُنیا میں بحالتِ بیداری ممکن ہے یا نہیں (**جواب**) اس میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں ممکن ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں۔ نا ممکن امکان کی دلیل لاتے ہیں کہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے رؤیت طلب کی۔ انبیا علیہم السلام طالب امر جائز کے ہوتے ہیں نہ محال کے اور مانع کی دلیل یہ ہے۔ کہ قوم موسٰی نے رؤیت کی طلب کی بولے۔ آیت ارنا اللہ جہرۃ فاخذتہم الصاعقۃ انکو بجلی پڑی۔ اسکا



جواب دیتے ہیں۔ کہ بجلی واسطے ضدیت کے پڑی نہ واسطے محال ہونے رؤیت کے۔ انہوں رؤیت دُنیا میں یہ بھی دلیل لاتے ہیں۔ کہ حضرت نے فرمایا حدیث لن یرٰی احد منکم ربہ حتی یموت یعنی تم میں سے کوئی رب کو نہیں دیکھیگا۔ جہانتک کہ مرجاوے۔ اب رؤیت فی النوم جائز ہے یا نہیں بعضے کہتے ہیں کہ ناجائز ہے۔ کیونکہ خواب میں خیال اور مثال نظر آتی ہے۔ اللہ تعالٰے قدیم ہے۔ اوسکی مثال ناممکن ہے۔ اور مجوزین رؤیت کہتے ہیں کہ محال نہیں۔ اُس کا وقوع بہت سلف صالح سے ہُوا۔ امام احمد حنبل اور حمزہ زیات اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ وغیرہم۔ حمزہ زیات کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالٰے کے سامنے سورہ یٰس پڑھی۔ جب میں نے تنزیل العزیز الرحیم پڑھا۔ بضم لام تو اللہ تعالٰے نے فرمایا تنزیل العزیز الرحیم بفتح لام میں نے اوتارا ہے۔ اور جب سورہ طٰہٰ پڑھی تو وانا اخترتک پڑھا۔ فرمایا وانا اخترناک وغرض ابن صلاح نے انکار میں مُبالغہ کیا۔ کہ بیداری مانع ہے رؤیت کی۔ اور رؤیت اللہ تعالٰی کی بحالت بیداری بموجب حدیث مذکورہ کے جو مسلم نے کتاب الفتن صفت دجال میں لکھی ہے۔ وہ مسلّم ہے۔ مگر ہمارے نبی صلعم نے علانیہ بیداری میں رؤیت فرمائی۔ غرض رؤیت در منام بہت احادیث میں وارد ہے۔ اور رؤیت حضرت کی اس حدیث سے ثابت ہے۔ کہ (ما رایت ربی فی احسن صورۃ) ترجمہ میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔ (**سوال**) خواب میں دیکھنا صورت اور مثال کا ہوتا ہے۔ نہ اصل شئے کا۔ (**جواب**) جب اللہ تعالٰی تجلی ذاتی فرماتا ہے۔ تو رُوح ساتھ فطرت اصلی کے جانتا ہے کہ یہ اللہ الحق ہے۔ نفس کو بیچ خیال کے ساتھ طاقت رؤیت کی نہیں جس چیز کی صورت نہ ہو۔ اوسکی رؤیت نہ ہوگی یہ غلط ہے۔ کیونکہ بہت اشیا خواب میں دیکھتے ہیں۔ جنکی صورت

نہیں۔ جیسا ایمان اور کفر اور شرک قرآن شریف اور ہدایت اور ضلالت اور
حیات دنیا جیسا حدیثوں میں وارد ہوا۔ شیخ محی الدین رح فرماتے ہیں۔ کہ رویت
اللہ تعالیٰ کی فی المنام جائے توقف نہیں۔ کیونکہ عالم خیال بڑا وسیع ہے۔
جس میں عدم محض اور محال اور واجب آجاتے ہیں۔ ممکن کیوں نہ آوے
رویت اللہ کی تو قیامت میں ہوگی۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ پس جو
چیز جیسا کہ وقوع منام یعنی خواب اور آخرت میں جائز ہو۔ بیداری میں
کیا محال ہے۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار سے
احاطہ محال ہے۔ نہ رویت۔ رویت کو احاطہ لازم نہیں۔ جہاں
نفی احاطہ کی ہے۔ اوسجگہ رویت کی نفی لازم نہیں۔ جب رویت حضرت کی
خواب میں حق ہے۔ کہ شیطان آپ کی صورت نہیں بن سکتا ہے۔ اور
سب شیاطین حضرت کی صورت سے بھاگتے ہیں۔ اور گھبراتے ہیں۔ اور
حضرتؐ کا شیطان قرین اسلام لایا۔ پس اللہ تعالیٰ کی صورت کوئی ہے جس پر
کوئی تجلی ہوگی۔ اسماء اللہ کی ہوتی ہے۔ جیسا پہلے مذکور ہوا۔ کہ کائنات
تجلیات صفات ہیں۔ ذات منزہ مقدس غنی مطلق ہے۔ (**عقیدہ
تئیسواں** اثبات وجود جن والایمان بوجودھم۔) قرآن شریف ناطق ہے
اور اجماع اہلسنت وجماعت کا ہے۔ کہ موجود ہیں۔ اصول خلق کی چار
چیزیں ہیں۔ آب۔ ہوا۔ خاک۔ آتش۔ آب اور خاک ظاہر ہیں۔ اور
ہوا اور آتش مخفی ہے۔ آتش مشتمل بر نور و شعلہ و دخان ہے۔ نور
روشنی کا نام ہے۔ دخان ظلمت کا نام ہے۔ شعلہ اوس کا نام مارج ہے
وہ شر محض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جان کو مارج نار سے پیدا کیا۔ جنات
کو ملائکہ کے ساتھ نسبت نور کی ہے۔ اور انکو شیاطین کے ساتھ ظلمت
دخان کی اسی واسطے جنات میں کوئی مطیع ہے۔ اور کوئی عاصی اور کوئی



مومن ہے۔ اور کوئی کافر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آیت والجان خلقناہ
من قبل من نار السموم۔ سورج کی نار سے یا بجلی کی نار سے اس میں
اختلاف ہے۔ اور ابلیس جنات کی قسم سے ہے۔ فرشتے اس کو پکڑ کر لیگئے
آسمانوں میں۔ یہ اون کے ساتھ ہو۔ اور حدیث میں ہے۔ مولی القوم
منھم ترجمہ غلام قوم کا قوم سے ہے۔ خطاب کے وقت انہیں کے ساتھ
محصور ہوا۔ (**عقیدہ چوبیسواں** اللہ تعالیٰ خالق افعال عباد ہے
جیسا خالق ذوات عباد ہے۔) عباد کاسب افعال ہیں خالق افعال نہیں
معتزلہ کہتے ہیں کہ عباد خالق الافعال ہیں۔ اوائل معتزلہ جیسا واصل و
ابن عطا و عمرو بن عبید بسبب قرب زمانہ اجماع سلف صالح کے کہ خالق
سوائے اللہ کے کوئی نہیں عباد کو خالق افعال نہیں کہتے تھے۔ صرف
لفظ مخترع و موجد کا بولتے تھے۔ پس جب ابو علی جبائی اور اوس کے اصحاب
نے دیکھا۔ کہ معنی موجد و مخترع و خالق کے واحد ہیں۔ تب بلا تامل عباد کو
خالق افعال کہنے لگے۔ اس مسئلہ میں اہل عقول اہل کشف متحیر ہیں۔ اہل
عقول کا ادراک اس مسئلہ کی تہ کو نہیں پہونچا۔ اور اہل کشف کا کشف
بھی نزاع سے بری نہیں ہوا۔ قول امام اشعری رح کا یہ ہے۔ کہ قدرت
حادثہ کا اثر افعال میں کچھ نہیں۔ جیسا علم کا معلوم میں کچھ نہیں ویسا ہی
سوائے تعلق کے کوئی اثر نہیں۔ شیخ ابو الطاہر قزوینی رح نے کہا ہے کہ
اشعری نے یہ مذہب برائے مخالفت معتزلہ وجبریہ اختیار کیا ہے۔ کہ یہ
مذہب اون کے طرق سے اسہل ہے۔ تعلق قدرت حادثہ کا بالجواز اقتران
کے جس کا اثر نہ ہو۔ مثل تعلق علم کے ساتھ معلوم کے حاصل الکلام یہ ہے۔ کہ عبد
کو معطل کہنا عناد وانکار ہے۔ اور عبد کو مستقل سمجھنا اشراک ہے۔ اب
یہی بات ہے کہ بندہ اپنے نفس میں اختیار فعل اور عدم امتثال فعل کو جانتا ہے۔

اب کلام صوفیہ کرام کا بگوشِ دل سنو۔ شیخ ابن عربی قدس سرہٗ نے فرمایا
اِس مسئلہ کی صورت مثل صورت لام و الف (لا) کے ہے۔ حروف تہجی
میں کہ آدمی الف و لام کے دو شاخوں و بکینہ مقرر نہیں کر سکتا۔ کہ الف کون ہے
اور لام کون۔ فعل جو مخلوق کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ مشخص نہیں ہوتا۔ کہ
کس کا ہے۔ للّٰہ کہو۔ تو بھی سچ ہے۔ اور للمخلوق مع اللّٰہ کہو تو بھی راست
ہے۔ اگر یہ فعل مخلوق کا نہ ہو۔ تو خطاب اللّٰہ کا بندہ کو ساتھ تکلیف کے کیوں
ہوتا۔ اور نسبت عمل کی بسوئے بندہ نہ ہوتی۔ آیت اعملوا اقیموا الصلوٰۃ
نہ فرماتا۔ اضافت عمل کی بسوئے عباد اسواسطے ہے کہ محل ثواب اور
عقاب کا ہیں۔ اور حقیقۃً یہ افعال اللّٰہ کے ہیں۔ لیکن جب ہم نے دیکھا
کہ اعمال ہمارے ہاتھ سے ہوتے ہیں۔ اور ہم نے دعویٰ کیا۔ کہ افعال
ہمارے ہیں۔ تو اللّٰہ تعالیٰ نے بھی ہماری طرف اضافت کر دی۔
برائے ابتلاء از باری تعالیٰ بباعث دعویٰ عباد جب اللّٰہ تعالےٰ نے
ہمارے دل کی آنکھیں روشن کیں۔ تو دیکھا کہ سب افعال اللّٰہ تعالیٰ کے
ہیں۔ اور ہم نے سب کو اچھا دیکھا۔ یہ دیکھکر آداب کے ساتھ قایم ہوئے
جو نیک کام ہے۔ اوس کو منسوب بسوئے اللّٰہ تعالیٰ کیا۔ کہ وہ خالق ہے
حقیقۃً جو شر ہے اوس کو منسوب اپنی طرف کیا۔ کہ ہم اُس فعل کا
محل ہیں۔ بدی کو اپنی طرف اضافت کی۔ باضافت اللّٰہ تعالیٰ کے اور جب
حکمت اللّٰہ پر نظر کرتے ہیں۔ سیات کو بھی حسنات پاتے ہیں۔ کہ
آیت یبدل اللّٰہ سیاتھم حسنات ترجمہ اللہ تعالیٰ بدیوں کو در حکم نیکی
کر دیتا ہے۔ حکماً ہے۔ نہ عیناً (یعنی تاثیر میں نہ ذات) اور فرمایا کہ درمیان
رب اور عبد کے نسبت رابطہ استمداد بالحق کی ہے۔ اسی نسبت کے سبب
اللّٰہ تعالیٰ نے عباد کو امر اور نہی کی تکلیف دی اور بندہ مکلف مامور اور



منتہی ہوا۔ اللّٰہ تعالیٰ حکیم علیم ہے۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ جس سے کام نہ ہو سکے
کہ اُس کو کہے۔ کہ افعل یعنی یہ کام کر اور اللّٰہ فرماتا ہے۔ کہ آیت اقیموا الصلوٰۃ
ضرور ہے۔ کہ عبد اگر فاعل فعل کا نہیں۔ تو قابل تو ضرور ہوگا۔ اور قابل ہوا
تو خدا کے فعل کی تجلی اُس میں ظاہر ہوگی۔ اِس سے واضح ہوا کہ قدرت
حادثہ کو نسبت تعلق کی ہے۔ ساتھ اُس عمل کے جو اُس سے صادر ہوتا ہے
حاصل کلام بندہ کی طرف نسبت فعل کی اِس جہت سے ہے کہ وہ خلیفۃ اللّٰہ
فی الارض ہے۔ اگر فعل بالخت اوس سے مجرد کیا جاوے۔ تو خلیفہ نہ رہیگا
(**عقیدہ پچیسواں**۔ اللّٰہ تعالیٰ کی حجت بالغہ ہے۔ عباد پر باوجودیکہ
اون کے اعمال کا خالق ہے۔) اگر بندہ کہیگا۔ کہ یا رب تو مجھ کو کس طرح اخذ
کرتا ہے۔ ساتھ اُس چیز کے جو تُو نے میری پیدائش سے پہلے مقدر کی تھی
حق تعالےٰ فرماویگا۔ کہ میرا علم تیرے حال کے ساتھ متعلق تھا۔ میرے علم اور معلوم
کا افتتاح نہیں ہوا۔ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولنبلونکم حتی نعلم المجاھدین
منکم والصابرین (ترجمہ) ضرور ہم تمہارے جوہر ظاہر کرینگے تاکہ ہم جانیں کہ
تم سے مجاہد صابر کون ہے یہ آیت برائے اقامت حجت ہے۔ عباد پر باوجودیکہ
اللّٰہ تعالیٰ عالم ہے۔ بجمیع حالات عبد قبل وجود عبد ہر شخص اِس علم اور حجت
کے ذوق کو نہیں پہونچتا۔ یہ حجت محجوبین پر ہوگی۔ نہ اہل کشف پر کیونکہ
اہل کشف کو حق تعالےٰ کے ساتھ کبھی اتنے میں نزاع نہیں۔ جو چیز خواہ منسوب
الی الحق ہو۔ یا منسوب بسوئے عباد عبد پر واجب ہے۔ کہ حجت اپنے
نفس پر قایم کرے۔ ایجاباً تاکہ عارف اُسکا ہو جائے۔ یقیناً و کشفاً کیونکہ بندہ
کی جو حالت گذرتی ہے۔ وہ مطابق علم باری تعالیٰ کے ہے۔ اور حق تعالےٰ
بندہ کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے۔ جو اوس کے علم میں ہے۔ اور مقام اقامت
حجت سے اعلیٰ و فائق ہے۔ آیت لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون تا ب

یعنی حق تعالیٰ جو کرتا ہے ۔ اُس سے نہیں پوچھا جاتا ۔ بلکہ بندوں سے پوچھا جاتا ہے ۔ کہ علم حق تعالےٰ کا حسب حال عباد کے ہے ۔ عبد اللہ بن سلام (مشہور صحابی کا نام ہے) نے حکایت کی ۔ کہ کسی نبی کو تکلیف پہونچی ۔ تو اُنہوں نے جناب باری تعالےٰ میں شکایت کی ۔ وحی آئی ۔ کہ شکایت کیوں کرتے ہو ۔ کہ میں تو اہل ذم نہیں ۔ علم غیب میں تیرا حال ایسا ہی تھا اب چاہتے ہو ۔ کہ تمہاری خاطر لیٹ دوں ۔ اور لوح تیرے سبب بدل دوں ۔ اس سے معلوم ہوا ۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ اُس مقام پر مطلع کرتا ہے وُہ خود معترف بحجت اللہ ہو جاتا ہے ۔ اور اپنے نفس پر حجت قایم کرتا ہے ۔ شیخ نے فرمایا ۔ کہ اکثر لوگ وجہ اس حجت کی نہیں جانتے ۔ اور ایماناً تسلیم کرتے ہیں ۔ اور ہم لوگ اس کا مقام جانتے ہیں ۔ کہ حق تعالےٰ نے اِس حجت کا کیوں ذکر فرمایا ۔ بلکہ عبد کو لازم ہے کہ کہے آپ کے ساتھ میری کوئی حجت نہیں ۔ زبانی کہے ۔ یا دل کے ساتھ وجہ یہ ہے ۔ کہ علم تابع معلوم کے ہے ۔ اور حق تعالےٰ فاعل حقیقی ہے ۔ اور سب خلقت قابل ہے ۔ معلوم جو کچھ کہے ۔ وہ محکوم علیہ ہے ۔ کہ یوں کہے کہ اللہ تعالےٰ عبد مجادل کو فرماوے گا ۔ کہ میرا علم تیری حالت کے ساتھ اوس وقت متعلق ہوا تھا ۔ کہ علم غیب میں تھا ۔ اور ظہور حسب قابلیت کے تھا وھو القاھر وھو الحکیم الخبیر ۔ اور نیز فرمایا ۔ کہ آیت شریف (ترجمہ) واسطے اللہ کے ہے پوری دلیل ۔ دلیل ہے کہ اللہ تعالےٰ نے عباد کو تکلیف اوس چیز کی دی ہے ۔ جس کی عباد طاقت رکھتے ہیں ۔ آسمان پر چڑھنے کی تکلیف نہیں دی جمع بین ضدین کی نہیں ۔ جیسا فرمایا ۔ لا یسئل عما یفعل ۔ یعنی اصل قسمت ازلی میں جو جا ہا مناسب کیا ۔ (عقیدہ چھبیسواں) کوئی آدمی اور جن جب تک عاقل ہے تکلیف سے خالی یعنی خارج نہیں ہو سکتا



اگرچہ اعلیٰ درجات قرب میں پہونچ جاوے کوئی عاقل جبتک دُنیا میں ہے ۔ درجہ اباحت میں نہیں پہونچتا ۔ یعنی تکلیف سے خارج نہیں ہوتا ۔ بعض عارفین کا قول ہے ۔ کہ سالک ایسے مقام میں پہونچتا ہے ۔ کہ تکلیف اُس سے رفع ہوتی ہے ۔ اور مُراد اس کی یہ ہے ۔ کہ عبادت میں اُس کو تکلیف معلوم نہیں ہوتی ۔ اور ملال اُس کو نہیں آتا ۔ عبادت کے اندر آداب اور مشاہدہ پاتا ہے ۔ تو کچھ تکلیف نہیں پاتا ۔ اور معنی اس آیت شریف واذا فرغت فانصب ۔ یعنے ۔ جب تو فارغ ہووے ۔ تو تھک کے یہ معنے کہ جب ایک عمل منصب سے فارغ ہو ۔ تو دوسرے عمل منصب میں شروع ہو جاوٗ ۔ اس ذوق کو سالک طریق جانتا ہے ۔ تکلیف سے راحت نہیں ۔ ہر وقت ۔ ہر دم ۔ اقبال علے اللہ تعالےٰ ہوتا ہے ۔ غرض تکلیف یعنی تقید باحکام شرع سے کوئی عاقل آزاد نہیں ہو سکتا ۔ (عقیدہ ستائیسواں) اللہ تعالےٰ کے کل افعال عین حکمت ہیں ۔ نہ بالحکمت کیونکہ اگر بالحکمت ہوں ۔ تو حکمت موجب اور حاکم افعال کا ہوگی ۔ اللہ تعالےٰ محکوم علیہ ہو جاوے گا ۔ اور یہ ناجائز ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ احکم الحاکمین ہے ۔ شیخ نے فرمایا ۔ کہ در آیت ۔ وما خلقنا السموات والارض وما بینھما الا بالحق ۔ معنی لام ہے ۔ معنی آیت شریف ۔ ہم نے آسمان اور زمین نہیں پیدا کئے ۔ مگر قریب حق کے ۔ اسے للحق جیسا آیت شریف میں وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون لام ہے اور بار مثل اس لام کے ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کسی شئے کو بسبب کسی شئے کے پیدا نہیں کرتا ۔ جب پیدا کرتا ہے ۔ تو جگہ خلق شئے کا بشئی آوے ۔ وہ بار بمعنی لام ہے ۔ یہ لام حکمت کا ہے ۔ عین خلق عین حکمت ہے ۔ خلق اللہ تعالےٰ کی معلل بالحکمت نہیں ہوتی ۔ اللہ تعالےٰ اگر انعام کرے ۔ تو اُس کا فضل ہے ۔ اگر مبتلا کرے

عذاب دیوے۔ تو وہ اُس کا عدل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم کو دو قبضوں میں نکالا۔ اور اُن کے واسطے دو منزل بنائیں۔ ایک قبضہ واسطے جنّت کے اور ایک قبضہ واسطے دوزخ کے۔ اور فرمایا۔ ھٰؤلاء الجنۃ وھٰؤلاء للنار ولا ابالی یعنی میں پرواہ نہیں رکھتا۔ یہ اُسوقت فرمایا تھا جب کوئی موجود نہیں تھا۔ لا ابالی کے معنی یہ ہیں کہ میری طرف کچھ عائد نہیں۔ میری رحمت غضب پر سابق ہے۔ وحق اہل جنّت اور میرا کلمہ حق ہے کہ جہنم کو جنّات اور آدمیوں سے پُر کروں گا۔ اسم رب اہل جنّت کے ساتھ رہیگا۔ کہ وہ مقام اُنس اور جمال کا ہے۔ اور اسم جبّار اہل النار کے ساتھ رہیگا۔ کہ وہ دارِ جلال اور قہر ہے۔ وہاں صرف جلال ہوگا۔ دُنیا میں جلال ممزوج بالجمال ہے۔ تاکہ خلقت تاب و طاقت اِس جلال کی رکھے۔ لفظ لا ابالی سے وہم ہوتا ہے۔ کہ کفّار کے کفر سے غضب نہ آوے۔ اگر پرواہ نہ ہوتی۔ تو کفار کو کفر پر کیوں پکڑتا۔ اور اُن پر غصہ کیوں ہوتا۔ اور رحمت اُن پر کیوں حرام کرتا ہے۔ مبالات شرعی یعنی رحمت پر مطیع و غضب پر عاصی جو متبادر ہوئے اوہام عوام ہے۔ یہ مُراد نہیں۔ بلکہ مُراد وہ ہے کہ میری ذات منزّہ مقدّس ہے۔ اسکی طرف کوئی نقصان اور فائدہ عاید نہیں ہوتا۔

## (عقیدہ اٹھائیسواں)

لا رازق الا اللہ معتزلہ کہتے ہیں۔ جو اپنی محنت سے کماوے۔ وہ اپنے نفس کا رازق ہے۔ جس کو بغیر کلفت رزق ملے۔ اُسکا رازق اللہ ہے۔ دلیل لاتے ہیں کہ حدیث میں وارد ہے فکم ممن لا مطعم لہ ولا مؤوی یعنی بہت لوگ ہیں جن کو روٹی دینے والا اور پناہ دینے والا کوئی نہیں۔ یہ دلیل اونکی باطل ہے۔ کیونکہ مُراد اس حدیث سے عدم سہولت رزق ہے۔ نہ مطلق منع رزق۔ جیساکہ دوسری حدیث میں وارد ہے۔ یا دنیا من خدمنی فاخدمیہ ومن خدمک فاستخدمیہ



یعنی اے دُنیا جو میری خدمت کرے۔ اوسکی تو خدمت کر۔ اور جو تیری خدمت کرے۔ اُس سے اپنی خدمت لے۔ اہل سُنّت نے فرمایا۔ رزق بندہ کا وہ ہے کہ جس سے غذا وغیرہ میں نفع پاوے۔ خواہ بکسب حلال خواہ بکسب حرام ہو۔ بغصب و سرقہ وغیرہ معتزلہ کہتے ہیں۔ کہ حرام رزق نہیں۔ کیونکہ رزق ملک کا نام ہے۔ اہلسُنّت کہتے ہیں۔ دواب کا رزق ہے۔ اور ملک نہیں۔ اور تُم بھی کہتے ہو۔ کہ اُس کا رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور تُم کہتے ہو کہ بندہ رزق دوسرے بندہ کا کھا سکتا ہے۔ اور مُعتزلہ کہتے ہیں۔ کہ حلال ہی رزق ہے کہ خُدا نے اِس رزق کو اپنی طرف نسبت کیا ہے۔ اور جو رزق بندے حرام کھاتے ہیں۔ اوسپر عذاب ہوگا۔ اہل سُنّت کا قول ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فعال لما یرید ہے ترجمہ (جو چاہے کرتا ہے۔) رزق حرام پر بسبب بدمعاملگی اسباب رزق میں ہوگا۔ کہ اسباب ناجائز کے مُباشر ہوئے۔ اہلسنّت کہتے ہیں جس شخص نے عمر بھر حرام کھایا۔ اب وہ بموجب تمہارے قول کے مرزوق نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا اللہ نے جو خبر دی۔ کہ میرے ذمہ رزق ہے۔ تو اوس کا جواب کیا ہے۔ اور وُہ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے رزق اپنی طرف نسبت کیا۔ جواب یہ ہے۔ کہ وہ خالق قدرت عبد کا ہے۔ برائے تحصیل رزق منسوب ہوئے اللہ تعالیٰ ہے۔ اکابر معتزلہ نسبت رزق حرام کی اسواسطے بسوئے اللہ نہیں کرتے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آیت ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک۔ یعنی جو تُم کو نیکی پہونچے وہ اللہ کیطرف سے ہے۔ جو بدی پہونچے وہ تیرے نفس کیطرف سے ہے۔ اور نیز کہتے ہیں کہ جائز نہیں کہ سُبحانہٗ خالق الخبائث کہا جاوے اگرچہ خالق اسکا ہے۔ تو غرض معتزلہ کی یہ ہے کہ ... و ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ خالق رزق عباد ہے۔ بلکہ یہود اور نصاریٰ او مجوس

بھی اعتقاد اس بات کا رکھتے ہیں۔ چہ جائے کہ مسلم موحد علامہ زمخشری جیسا اعتقاد نہ رکھے۔ حدیث شریف میں ہے۔ الخیر کلہ فی یدیك والشر لیس الیك یعنی رزق حرام کو منسوب بسوئے اللہ اس واسطے نہیں کرتے کہ بے ادبی ہوتی ہے۔ ورنہ حقیقۃً مخلوق اوس کا ہے۔ پس معلوم ہوا۔ اگر ارادہ معتزلہ کا نفی رزق حرام سے صرف ادب خطاب باری کا ہے۔ اور اگر ارادہ اون کا نفی مطلق ہے۔ تو خطا وار ہیں۔ شیخ محی الدین نے بذیل آیت وما من دابۃ الا علی اللہ رزقہا لکھا ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے ہر مخلوق کو رزق مقسوم پہونچاتا ہے۔ کوئی اہانت اور کرامت اوسکی نہیں۔ کیونکہ نیک اور بد کو رزق دیتا ہے۔ مکلف و غیر مکلف کو دیتا ہے۔ جس عبد کے ساتھ اوسکی مہربانی ہو اوس کو رزق حلال بے شبہ دیتا ہے۔ حرام اور شبہات سے اوسکو نکالدیتا ہے۔ جیسا کہ دودھ کو درمیان گوبر اور خون سے نکالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بقیۃ اللہ خیر لکم اے جو کچھ حلال بنایا واسطے خلقت کے تناول اس کا تاکہ عبادت پر قوت پاویں۔ اور رزق بندہ کا وہی ہے۔ جس سے وجود اوس کا اور قوت اور حیات قائم ہو۔ نہ وہ کہ ذخیرہ کرے۔ کہ وہ رزق غیر کا ہوتا ہے۔ حساب اوسکا ذخیرہ کرنے والا پر ہے۔ (**عقیدہ اٹھتیسواں** فرق درمیان معجزہ اور کرامات اور سحر اور شعبدہ اور کہانت (معجزہ کاذب کے ہاتھ پر نہیں ہو سکتا۔) حق تعالیٰ نے رسول اسواسطے بھیجے کہ وہ لوگوں کو ظلمات سے طرف نور کے نکالیں۔ باذن اللہ یہ بات اوس وقت ہونی چاہئے۔ جب لوگ حیرت اور تردد میں ہوں۔ کہ اللہ منزہ ہے۔ یا مشبہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان سے ہر وقت ایک رسول اپنے پاس سے بھیجا۔ لوگوں نے فکر کیا کہ یہ مدعی رسالت کا صادق ہے۔ یا کاذب۔ جبتک کوئی نشان صدق کا نہ دیکھا۔ متوقف رہے۔ اور سائل ہوئے۔ کہ کوئی نشان ہے۔ جس سے آپکی تصدیق کریں



پس رسول کریم نے معجزہ دکھلایا۔ لوگ متفرق ہوگئے۔ کوئی ایمان لایا کوئی کافر ہوا۔ معلوم ہوا کہ ہر نبی اپنی قوم کو اس قدر معجزہ دکھلاتا ہے۔ کہ جس قدر ضرورت ہو۔ کہ اپنے تابعین کو اطمینان اور منکروں پر الزام حجت ہو۔ جیسا کہ قصہ معراج شریف کا آپ نے اصحاب کے سامنے بیان فرمانے لگے تو کئی لوگ انکار کر اوٹھے۔ کیونکہ اوسکا اثر ظاہر میں کچھ نہ دیکھا۔ فقط اتنا معلوم کیا۔ کہ حکم تکلیف و تسلیم کا ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام جب خدا کے پاس سے آئے تو اون کے چہرے پر نور کی تجلی تھی۔ جو دیکھتا وہ اندھا ہو جاتا۔ جب حضرت موسیٰ اس کی آنکھوں پر کپڑا ملتے۔ وہ اچھا ہو جاتا۔ اسیواسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے چہرہ پر برقع رکھتے تھے۔ تاکہ کوئی اندھا نہ ہووے شیخ نے فرمایا۔ کہ ہمارا شیخ ابو یعزا مغربی موسیٰ کے مقام والا تھا۔ کوئی اُن کو دیکھتا۔ تو اندھا ہو جاتا جب ہمارے شیخ ابو مدین اُن کے پاس گئے۔ تو اندھے ہوگئے۔ پس ابو مدین نے اون کا کپڑا لیکر آنکھوں پر ملا۔ تو اچھے ہوگئے۔ میری اون سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کہ میں اپنے شغل میں تھا۔ اور اولیاء محمدی الوجیز ابی وغیرہ نہیں جانتے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے واسطے برگزیدہ کیا ہے۔ اون کو دنیا میں کوئی آنکھ نہیں دیکھتی۔ اور جنکی کرامت دنیا میں ظاہر کی ہے۔ وہ مشہور ہیں۔ انبیاء کرام کے معجزات اسی غرض سے ظاہر ہوئے۔ کہ اونکی اقوام مطیع ہوں۔ کیونکہ سوائے ظہور برہان کے کوئی اطاعت ایک دوسرے کی نہیں کرتا۔ علمائے اصول نے تعریف معجزہ کی اس طرح پر کی ہے۔ کہ وہ ایک کام خلاف عادت ظاہر ہووے اُس شخص کے ہاتھ پر جو مدعی نبوت کا ہو۔ اور وہ کام اون لوگوں میں ظاہر نہ ہو۔ اور کوئی شخص اوس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ جو امر خلاف عادت نبی سے قبل از دعویٰ نبوت ظاہر ہو۔ اوس کا نام ارہاص ہے۔ یعنی تمہید نبوت و تشید رسالت

ہے۔ جیسے ارہاص یعنی تاسیس دیوار کی کرامات اولیا کے وہ بھی خلاف
عادت ہوتے ہیں۔ لیکن مقرون بدعویٰ نبوت نہیں۔ مگر کرامت ولی کی معارض
معجزہ کی نہیں ہوتی۔ بلکہ تابع اُس کے ہوتی ہے۔ اور بروقت دعویٰ نبوت نبی کے
معارضہ کے طور پر بھی نہیں ہوتی۔ سحر اور شعبدہ اوس سے صادر ہوگا۔ جو مخالف
طریق رسول کے ہوگا۔ اور ولی صاحب کرامت تابع رسول ہوتا ہے۔ معجزہ یعنی
خارق للعادت اس طرح ہوتا ہے جیسا مُردہ کو زندہ کرنا جبل کو معدوم کرنا۔
انگلیوں کے درمیان سے پانی نکالنا۔ (**سوال**) مسیح دجال دعویٰ الوہیت
کا کرے گا۔ احیا موتی کرے گا۔ آسمان سے مینہ برسائے گا۔ اور اس کو
دلیل اپنے دعویٰ پر لا دے گا۔ تو اب اس کے خوارق مشابہ معجزہ کے ہیں
باوجودیکہ کاذب ہے۔ معجزہ کی تعریف اس پر صادق ہے۔ نہایت مشکل بات
ہے۔ (**جواب**) جو کچھ دجال کے ہاتھ پر ظاہر ہوگا۔ بے اصل ہیں۔ اُن کی
فقط ظاہر میں امر خیالی ہیں۔ ضعیف الایمان لوگ فتنہ میں پڑیں گے۔ معجزات
انبیاء کے امور حقیقیہ ہیں۔ جیسا سحر ساحران فرعون کا خیالی بات تھی۔ درحقیقت کچھ
نہ تھا۔ معجزہ حضرت موسیٰ کا واقعی امر تھا۔ یعنی سب کام کھانے پینے وغیرہ جو
جانوروں کے ہوتے ہیں۔ وہ اژدہا کرتا تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا ہے۔ کہ معجزات
واسطے استقرار ایمان والوں کے ہیں۔ جو ضعیف الایمان ہوں۔ جو لوگ قوی
الایمان ہیں۔ وہ اوّل ملاقات میں ہی ایمان لاتے ہیں کلام سے ہی اونکو تصدیق
ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ
ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء یعنی جس کو خدا گمراہ کرنا چاہے۔ تو اس کا
سینہ تنگ کر دیتا ہے۔ گویا وہ آسمان میں چڑھتا ہے ؏
شام کے ملک میں ایک یہودی نے چند ابیات سوال کے طور پر شیخ صدرالدین
قونوی کی خدمت میں بھیجے اور حضرت کا جواب بنا باصحبت ذیل مرقوم ہے۔ اے علمائے دین متہا رادمی



حیران ہے۔ اس کو واضح دلیل سے سمجھا دو۔ کہتا ہے جب رب نے میری
نسبت کفر کا حکم لگایا۔ اور ارادہ کفر کا کیا۔ تو اب وہ داخل اسلام میں کس طرح
ہو سکتا ہے۔ بلکہ دروازہ بند کر دیا۔ اب وہ قضا الٰہی پر راضی ہے۔ اور آپ
اوس پر زجر اور توبیخ فرماتے ہو۔ اب اوس کا کیا اختیار ہے۔ کہ حکم الٰہی کی مخالفت
کرے۔ (جواب) سچ ہے۔ رب حکیم نے حکم فرمایا۔ لیکن یہ حکم کفر کا سد الباب
نہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ حکم کسی بات کا معلق بالشرط جائز ہے۔ یہ
شرط ترغیب وار مفید اور موجب اپنے مشروط کے ہوتی ہیں جیسا
پانی پینے سے سیراب ہونا۔ اور کھانا کھانے سے سیر ہو جانا۔ اسیطرح حکم حق
معلق بالشرط ہے۔ اسلام لا دے۔ یعنی کلمہ شہادت پڑھے۔ سب احکام
تسلیم کرے۔ تو بہشت میں داخل ہو وے۔ اگر نہ پڑھے۔ تو دروازہ بند
ہے۔ دوزخ میں جاوے۔ یعنی قضا اور قدر مجبور نہیں کرتی۔ بلکہ اسباب
ہر چیز کے بندوں کے ہاتھ میں دے دیئے۔ ہر دروازہ کی چابی جدا ہے۔ اور
ہر چابی کا پتہ دے دیا۔ کہ یہ بہشت کی ہے۔ اور یہ دوزخ کی ہے۔ اور عقل
تمیز کرنے والی سب کو دیدی۔ بچے اور دیوانے مستثنیٰ ہیں۔ اون پر
مواخذہ نہیں۔ وہ بہشتی ہیں۔ مواخذہ فقط عقل پر ہے۔ جنے عقل
کو حکم الٰہی کا تابع نہ کیا۔ وہ خود مستقل یعنی حاکم بنا۔ اور ہدایت الٰہی کے
تابع نہ ہوا۔ تو وہ معذب رہیگا۔ قیامت میں عذر اُس کا نامسموع
ہوگا۔ کہ مدار ایمان مفید کی غیب پر ہے۔ قیامت میں مشاہدہ ہوگا۔
اُسوقت کا ایمان مفید نہ ہوگا۔ حضرت علی خواص فرماتے ہیں۔ کہ نبوت
نبی کی چند امور سے معلوم ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ داعی الی اطاعت اللہ
اور ناھی عن معاصی اللہ ہو۔ دوسرا یہ کہ جس امر کی طرف بلاوے۔ اوس
کا اوّل عارف اور عامل ہو۔ تیسرا اوس کو علم ضروری ہو۔ کہ وہ

رسول ہے۔ چوتھا یہ کہ جو آیات اور کرامت اس سے ظاہر ہوں ضرورۃً
جانے۔ کہ من اللہ ہیں۔ اور بشر اس سے عاجز ہیں۔ پانچواں یہ کہ
جو کچھ قلب اور صدر میں ہو۔ اللہ اوس کو آگاہ کردے۔ تو وہ اپنی کلام
کا عارف ہو۔ یعنی کلام کا جاہل نبی نہیں ہوتا۔ خرق عادات کئی طرح
کے ہوتے ہیں۔ غرض جو خرق عادت مستقیم علی الشرع ہو وہ تو کرامت
ہے۔ والّا مکر ہے۔ اور استدراج وہ باطل ہے۔ (**عقیدہ**
**تیسواں** ارسال رسل میں کیا حکمت ہے) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے
وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ یعنی ہم عذاب نہیں دیتے۔ یہانتک
کہ رسول بھیجیں۔ بعد ارسال رسولوں کے تفریق بین المومن والکافر
ہوتی ہے۔ مومن مستحق ثواب کا۔ اور کافر قابل عقاب بنتا ہے۔ شیخ
نے فرمایا۔ کہ جتنے حدود اللہ تعالےٰ کے ہیں۔ جو اللہ نے مقرر کئے ہیں۔
دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم سیاست حکمیہ دوسرا قسم شریعت۔ یہ دونوں قسم
واسطے امان ممکنات کے ہیں۔ دنیا میں اور سلامت رہنے کے من الفساد
وطریقہ۔ قسم اول وہ طریقہ القاء اور الہام کا ہے۔ جو حکمت اکابر حکماء کے نفوس
میں القاء ہوتی ہے۔ اوس کے حدود مقرر کرتے ہیں۔ ہر اقلیم میں ہر شہر
میں بحسب مزاج سکان بلاد اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اموال الناس او
دماء اور اہل ارحام وانساب ان کے محفوظ رہتے ہیں۔ ان کو نوامیس
کہتے ہیں۔ یعنی اسباب الخیر ان قواعد کو عقلاء نے الہام الٰہی سے وضع کیا۔
اور اون کو خبر نہیں تھی۔ کہ الہام کون کرتا ہے۔ یہ حکمت ایام فترات میں
موجود تھی۔ اور یہ کل عالم میں تھی۔ اب جب شریعت من جانب اللہ
آئی۔ تو اون نوامیس کو دیکھا جو موافق شرع کے ہے۔ اس کو رکھا
جو مخالف ہے۔ اوس کو حکام پر حرام کردیا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔



ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفاسقون (**سوال**)
اون نوامیس کے واضعین کو علم تھا۔ کہ یہ قوانین مقرب الی اللہ ہیں یا نہیں
ہیں۔ (**جواب**) کہ اون کو علم نہ تھا۔ کہ بعد مرنے کے بعث ہے۔ اور
حشر ہے۔ اور نشر ہے۔ اور میزان ہے۔ حساب ہے صراط ہے۔ جنت
ہے۔ نار ہے۔ غرض کہ احوال آخرت سے بے خبر تھے۔ اسیواسطے اصل
نوامیس حکماء کا ہر زمانے میں دنیا کی فلاح اور اصلاح تھی۔ اور اپنے
دلوں میں جانتے تھے۔ کہ ہم توحید خدا تعالےٰ جانتے ہیں۔ اور خدا کو معظم
مقدس جانتے تھے۔ اور لوگوں کو ترغیب دیتے تھے۔ حتی کہ اپنے نفوس کے
حقائق میں شروع ہوئے۔ بموجب اپنے عقول کے اپنے نفوس کو جانا۔
اب اس میں متردد ہوئے کہ تنزیہ ہے یا تشبیہ ہے۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنے کرم
اور احسان سے انبیاء کرام بھیجے۔ کہ اون کو شریعت حقیقی بتلائیں۔ جنہیں
عقول کو کچھ دخل نہیں ہے۔ عقل کا اتنا کام ہے کہ ان کو قبول کرلے۔
اور ایمان لاوے۔ اگر عقول بھی اپنے کام اور فکر میں مشغول ہوں۔ تو وجود
انبیاء اور رسل کا عبث ہوجائے گا۔ اللہ تعالےٰ کے حکم کا انکار ہوجاویگا
اور عقل حاکم علی اللہ بنجائے گی۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ارسال رسول حجت اللہ
ہے۔ علی عبادہٖ یہ ظاہر ہوئی ہے۔ واسطے تفریق سعید اور شقی کے رسل کا
کام فقط تبلیغ ہے۔ ایسا ہی ابلیس کا کام وسوسہ ہے۔ ہدایت اور ضلالت اللہ کے
کام ہیں۔

## تمہید

قبل از بیان مطلب تشریح و تحقیق لفظ۔ مغفرت کی ضرورہے۔ واضح
ہو کہ معنے مغفرت کے ڈھانکنے کے ہیں۔ نہ بخشنے کے۔ جیسا کہ زبان زد عام وخاص

کا ہے۔ عربی میں جمّ غفیر اوس جماعت کو کہتے ہیں۔ جو روئے زمین و
روئے فرش کو ڈھانک لیوے۔ غفار کے معنی ڈھانکنے والا۔ جب معصوم
و پاک از گناہ دُعا کرے۔ اللّٰھم اغفرلی تو معنی یہ ہیں۔ کہ خداوندا مجھکو
ڈھانک لے۔ تاکہ گناہ کا خیال میری طرف نہ آوے۔ اگر گناہگار کہے کہ
اللّٰھم اغفرلی تو یہ معنے ہیں۔ کہ خداوندا مجھکو ڈھانک لے۔ کہ گناہ کا
عذاب و وبال میری طرف نہ آوے۔ پس لفظ ایک ہے۔ اور معنے جُدا
جُدا ہر محل و موقع پر مناسب اوس موقعہ کے معنے مُراد ہوتے ہیں انبیاء
کرام اور اولیاء عظام جب مغفرت طلب کریں۔ تو یہ مُراد ہے۔ کہ خداوندا
مجکو اپنی رحمت کے ساتھ ڈھانک لے۔ کہ خیال گناہ کا میری طرف نہ آوے
یہ دُعا کرنے خلاف معصومیّت انبیاء کے نہیں عوام لوگ جب اس لفظ کو
حدیث شریف میں یا قرآن مجید میں دیکھتے ہیں۔ کہ انبیاء کرام نے اللّھم
اغفرلی کے ساتھ دُعا مانگی۔ تو خیال کرتے ہیں۔ کہ شاید انبیاء کرام گناہگار
ہیں۔ استغفر اللّٰہ ثم استغفر اللّٰہ تو یہ ایسے خیال نہ کریں۔ اور عُلماء سے معنے
ایسے الفاظ کے معلوم کریں۔ تاکہ کفر میں نہ پڑیں۔ (**عقیدہ ۵** اکتیسواں
انبیاء علیہ السلام کی عصمت میں) انبیاء علیہ السلام ہر حرکت و سکون۔
اور قول و فعل سے جو منقص ان کے مقام اکمل کا ہو معصوم ہیں۔ اسواسطے
کہ وے حضرات اللّٰہ تعالےٰ کے حضور خاص میں دائم مقیم ہیں۔ اون کو
مدام مقامِ احسان کا حاصل ہے۔ یعنی اللّٰہ تعالےٰ کے مشاہدہ میں مقیم ہیں۔
کبھی وے اس کو دیکھتے ہیں۔ کبھی وہ انکو دیکھتا ہے۔ ان دو مقام سے
خارج نہیں ہوتے۔ جو شخص اس مقام میں مقیم ہو۔ اس سے مخالفت
باری تعالےٰ کی نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر کوئی مخالفت صوری ہو۔ تو حقیقی
نہیں۔ وہ دراصل موجب اطاعت و ترقی مراتب ہے۔ اس مقام احسان



کو انبیاء کی نسبت عصمت کہتے ہیں۔ اور اولیاء کی نسبت حفظ۔ اولیاء اس
مقام سے کبھی خارج اور کبھی داخل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ولی خارج ہوا اس
مقام سے۔ تو وہ بحکم ارث کے اور اتباع انبیاء کے ہے۔ کہ انکو اس مقام
سے مدد ملی ہے۔ مستقل نہیں۔ پس اوّل اقوال عُلماء متکلمین کے بیان
کرکے پھر اقوال اصحاب معارف کشف کے لکھے جاتے ہیں۔ اوستاد ابو اسحٰق
اسفرائنی اور ابو الفتح شہرستانی اور قاضی عیاض اور شیخ تقی الدین سبکی
کا قول ہے کہ انبیاء علیہم معصوم ہیں۔ کوئی صغیرہ سہواً اُن سے صادر
نہیں ہوتا۔ اور قطعاً دین خدا میں کوئی خطا اُن سے صادر نہیں ہوتی
اور بعض ایک جماعت کا قول ہے کہ یہہ خاصہ انبیاء مرسلین کا ہے اور
جو انبیاء کہ غیر مُرسل ہیں۔ اون میں اختلاف ہے۔ یہہ کلام ادب کی ہے
اور حضرت شیخ محی الدین فتوحات میں فرماتے ہیں۔ کہ عصمت رُسل کی
جمیع احکام تبلیغ میں شرط رسالت ہے۔ کہ جنمیں احکام ہیں اُمت کو اتباع
کا حکم ہے۔ بالضرور یہہ احکام و افعال معصوم از خطا ہونی چاہیے۔ اگر
کوئی فعل ہو تو برائے بیان جواز کے ہوگا۔ امام حرمین فرماتے ہیں۔ کہ
جس شخص نے وقوع صغیرہ انبیاء سے سہواً جائز رکھا ہے۔ تو اوس نے
وہ صغیرہ مراد لیا جو دلالت خست و ذلّت پر نہ کریں جیسے تطفیف کیل
و وزن میں۔ مگر صدور ایسی حرکت پر فی الفور تنبیہ من اللّٰہ ہوتی ہے حدیث
شریف میں وارد ہے۔ کہ حضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلّم روزمرہ ستر دفعہ سے زیادہ
استغفار فرماتے تھے تو یہہ استغفار واسطے ترقی مقامات کے ہے۔ یعنی
جس مقام فوقانی میں ترقی فرماتے تھے۔ پھر مقام ارفع پیش آتا رفیع
سے استغفار فرماتے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اِنَّهُ لَيُغَانُ
عَلٰى قَلْبِىْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہ تعالےٰ فِى الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً

یعنی میرے دل پر غبار چھاتا ہے۔ تو میں رات و دن میں ۷۰ مرتبہ سے
زیادہ استغفار پڑھتا ہوں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ مراد لیغان علی قلبہ
سے یہ ہے کہ اپنی اُمت کے مخالفات جو بعد میں واقعہ ہونگے۔ مطالعہ کرتا
ہوں۔ تو اللہ سے اُمت کے واسطے استغفار کرتا ہوں۔ ایک جماعت
علمائے اصول نے فرمایا۔ کہ جو انبیاء غیر مُرسل ہیں وہ قطعًا معصوم ہیں اور
جس جماعت نے خلاف کیا ہے۔ وہ بحضور ربّ العٰلمین انبیاء اس قول
سے عہدہ برآ ہونگے۔ کیونکہ آغازِ نبوّت بعد انتہا ولائیت ہوتا ہے۔ پس ہم
سے کون شخص ہے۔ کہ نام ذنوب انبیاء کا سمجھے۔ اور یہ مشہور بات ہے
کہ حسنات الابرار سیّئات المقربین ہیں۔ پس مقام ادب اِس بات کا
مقتضی ہے۔ کہ جو چیز ہم سے مقام حجاب میں ہے۔ اُس سے خاموش
رہیں۔ اور جس کو خدا تعالٰے نے عدل فرمایا۔ اُسکی جرح کرنی موجب
عذاب نہیں تو اور کیا ہے۔ شیخ ابو طاہر قزوینی نے باب بتیسواں کتاب
سراج العقول میں لکھا ہے۔ کہ واجب تنزیہ انبیاء کرام کی جو ہر ایک بات
سے جو اونکے خطایات سے مترشح ہو کہ ہم کو اُنکے افعال کا ذوق نہیں۔
خُدا نے انبیاء کو سابق علم میں واسطے نبوّت اور اولے رسالت کے مصطفٰے
کیا۔ اور ابتدائے حال سے ہر طرح اُنکی پرورش اور حمایت از مکائد شیطان
اور صفائی سراسر از کدورت اور شرح صدور اپنے نُور سے اور زینت ساتھ
اخلاق جمیلہ کے اور طہارت رجس رذائل سے فرمائی۔ جیسا حدیث صحیح
میں وارد ہے۔ کہ جبرائیل عم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
اور حضرت ایام شباب میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جبرائیل ع
نے انکو پکڑ کے پچھاڑا اور دل کو چیر کر اس سے ایک علقہ سا نکالا اور
کہا۔ یہ آپ سے حصہ شیطان کا ہے۔ پھر اس کو سونے کے طشت میں



آب زمزم سے دھو کر دل پر رکھ دیا۔ پھر اوپر ہاتھ پھیرا۔ جسم مبارک
سالم ہو گیا۔ یہ شق صدر جبرائیل نے اپنے ہاتھ سے کیا۔ درد نہیں ہوا۔
اور نہ خون جاری ہوا۔ اندر کے پردے خود بخود ہٹ گئے۔ جیسا کہ اللہ
نے حضرت آدم کی پیٹھ سے مسح ید کے ساتھ ذریات کو نکالا۔ کچھ الم محسوس
نہ ہوا۔ اور باعث توقف عقول ضعیفہ کا اور وقوع اشتباہ کا ایسی باتوں
میں فقط یہی سبب ہے۔ کہ اپنے عادات و مالوفات سے خروج متعذر ہے
اللہ تعالٰے نے فرمایا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ اور اس شق صدر کے
بعد ہوائے نفسانی اور شیطان کو حضرت کی طرف سبیل نہ ملا۔ شیخ عارف
عبد العزیز دریبی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نسبت انبیاء ع کی طرف ذنوب
کے جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں حرام ہے۔ اللہ نے جو کچھ ان کے حق میں کوئی
معصیت یا خطیہ کا ذکر کیا۔ تو اس سے کسی ولی کو ذوق نہیں۔ وہ مقام
عالی ہے۔ جب اولیا کو کوئی ذوق نہیں۔ تو ہم تو بالکل محروم ہیں
وجہ حرمت کی یہ ہے۔ کہ انبیاء معصوم ہیں۔ نہایت اُنکی خطا یہ ہوتی ہے
کہ نظر بسوئے مباح یا ایسا لفظ جسمیں رائحہ رعونت کا ہو۔ اور باطن اس کا
علم و صلاح ہوگا۔ جیسا کہ قول ابراہیم علیہ السّلام کا۔ جب اپنی قوم پر الزام حجت
کا فرمایا۔ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا فَاسْئَلُوهُمْ اور جیسا کہ نیز قول اِنِّي سَقِيمٌ
جب اُن لوگوں نے لہو و لعب کیطرف بلایا۔ عذر کیا کہ ساتھ ان کے شامل
نہ ہوں۔ شیخ محی الدین عربی نے باب ۳۷۲ فتوحات میں لکھا ہے۔ واجب
ہے تنزیہ انبیاء کی خطا سے اور ان طامات کبرے دلغویات سے جو بعض مفسرین
نے اونکی طرف منسوب کیں۔ جو نہ قرآن شریف میں ہیں۔ اور نہ حدیث
صحیح میں۔ مفسرین نے بزعم خود خیال کیا کہ ہم خُدا کی کلام کی تفسیر کر رہے
ہیں۔ صرف صاف دروغ بولے اور بڑا گناہ اکبر الکبائر کیا۔ جیسا کہ

مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اونکو مفسرین نے کہا کہ شک واقع
ہوا۔ اور نہ اُنہوں نے اُنکے کلام کیطرف خیال کیا کہ نحن اولی بالشک
من ابراہیم۔ اصل بات یہہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
احیاء موتی میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا تھا۔ اُنہوں نے جانا تھا۔
احیاء موتی کے کئی وجوہ و طرق ہیں۔ جیسا حضرت آدم کو مٹی سے جبلی
اور حضرت عیسےٰ کو صرف ہوا یعنے دم جبرئیل سے اور باقی مخلوقات کو
منی سے اب دریافت طلب یہہ امر ہوا کہ وہ قیامت کو احیاء موتی
کس طریق سے ہوگا۔ سو اللہ تعالےٰ نے وجہ خاص بیان فرمائی جس سے
تسکین ہوئی۔ اور جان گئے کہ اس طرح احیاء موتی ہوگا۔ کہ سوال اُنکا
معرفت کیفیت کا تھا۔ نہ اصل احیاء میں کوئی شک تھا۔ اور ایسا ہی
قول حضرت سلیمان کے قصہ میں ہے۔ اور ہاروت ماروت کے قصہ میں
یہہ قصے یہود کی کتابوں سے منقول ہوئے۔ جنہوں نے انبیاء و ملائکہ
کی ہتک عزت کی۔ قرآن شریف و حدیث میں انکا نشان نہیں۔
ان مفسرین کے قصوں منقولہ یہود نے عوام کو بد اعتقاد کر دیا جب
مرسلین و انبیاء کا یہ حال ہے۔ تو ہم کس شمار میں ہیں۔ واعظ کو
لازم ہے کہ اللہ تعالےٰ کے محافظت انبیاء و ملائکہ میں رکھے۔ اور اللہ
سے حیاء کرے۔ اور طامات (لغویات) وعظ میں نہ لاوے۔ جیسا کہ خدا کی ذات
کا فکر اور مقامات انبیاء میں کلام نہ کرے۔ اگر کوئی دوست انبیاء
کا ہو۔ تو وہ بھی اسطور پر بیان کریگا۔ کہ اذہان عوام کے قیاس ہوائے
نفوس خود بر انبیاء نہ کریں۔ بلکہ اُن کی ثناء خوانی چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ
نے انبیاء کی ثناء خوانی فرمائی۔ اور جمیع خلقت سے برگزیدہ فرمایا۔ مورخین
اسلامیہ نے یہودیوں سے اغلاط نقل کرکے تفسیر کلام اللہ نام رکھا



حضرت داؤد کے قصہ میں بیان کرتے ہیں۔ کہ داؤد علیہ السلام نے
اوریا کی بیوی کو دیکھا۔ اور پسند آئی۔ اور اوریا کو کسی جنگ میں
بھیجا۔ کہ مرجائے۔ اور بیوی کو آپ لیں۔ اور قصہ یوسف ؑ میں لکھا
کہ اُنہوں نے ارادہ معصیت کا کیا۔ اور قصہ قوم لوط میں لکھتے ہیں
کہ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ آوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ وہ عاجز تھے۔ اور یہ مفسر
تاویل فاسد شدہ اور احادیث ضعیفہ پر اعتماد کرکے کہتے ہیں۔ وہ
کذاب و بہتان بولتے ہیں۔ اللہ پناہ دے۔ جو واعظ اپنی مجلس
میں ایسی بات کہے۔ اللہ تعالےٰ اور انبیاء و ملائکہ اُسکو مکروہ جانتے
ہیں۔ کیونکہ اُس نے یہہ وعظ و ہیز اور تکیہ و بستر واسطے کفر اور
انکار اس شخص کے بنایا۔ کہ جس کے دلمیں زیغ تھا۔ کہ اس وعظ
کے ذریعہ سے وہ مرتکب معاصی کا ہوگا۔ اور حجت پکڑے گا۔ کہ جب
انبیاء کرام ایسے مرتبہ میں واقع ہوئے۔ تو ہم کون ہیں۔ یہ سارا فساد
اس واعظ اُمت کے باعث ہوا۔ اور سارا وبال اس کے سر پر ہے
حدیث شریف میں وارد ہے لاتقوم الساعة حتی یجلس الشیطن علی
کرسی الوعظ ویعظ الناس وھؤلاء من جنود الذین یتقلدونہ۔
یعنی قیامت قایم نہ ہوگی۔ یہاںتک شیطان کرسی وعظ پر بیٹھکر لوگوں کو وعظ
سنائے گا۔ اور یہ لوگ اُس کے جنود سے ہیں۔ وہ لشکر جو شیطان کی
لائین ڈوری ہے۔ (**سوال**) مابین عصمت و حفظ کے کیا فرق ہے
(**جواب**) انبیاء عم مباح سے معصوم ہیں۔ فعل مباح بہوائے نفسانی
سے۔ اور اولیاء غیر معصوم ہیں۔ جب انبیاء کوئی امر مباح کریں۔ تو خواہش
نفسانی سے نہیں ہوتا۔ اور اولیاء کریں تو ممکن ہے۔ اور فعل مباح
کا انبیاء سے علیٰ وجہ التشریع یعنے اونپر واجب ہے۔ کہ مباح

کو اس ارادہ پر کریں۔ کہ لوگوں پر جواز اس کا ثابت ہوجائے ؂
تذکرہ جوابات اِن افعال کا جو انبیاء کرام سے صادر ہوئے۔ اور
بظاہر خلاف امر معروف ہوتے ہیں۔ جواب اوّل حضرت آدم علیہ السلام
نے فاتح باب توبہ ہیں۔ اکل شجرہ منہی عنہا۔ اِن سے وقوع میں
آیا۔ صورت معصیت کی تھی۔ اور غرض یہہ تھی۔ کہ اولاد کو تعلیم کریں
جب منہی عنہ واقع ہوں۔ تو کیا کریں۔ یعنے توبہ کریں۔ شیخ ابن عربی
نے باب ۹۳ کے فتوحات میں لکھا ہے۔ کہ معصیت آدم علیہ السلام
کی عین نعمت اللہ ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہ السلام بہر حال اسفل سے
منتقل بسوئے اعلےٰ ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے انکو مجتبیٰ و مصطفےٰ
سابقہ عنایت میں مقرر کیا۔ اُن کے حق میں مکر الٰہی کبھی نہیں ہو سکتا۔
اور ھبوط آدم ؑ و حوا کا بسوئے زمین عقوبت نہیں۔ اور عقوبت
صرف ابلیس کے واسطے ہے۔ اھباط آدم ؑ برائے تصدیق وعدہ سابق
کے ہے۔ کہ اللہ نے خلیفۃ فی الارض فرمایا تھا۔ پس جب توبہ کی اور اجتباء
اور ترقی کلمات من ربہ و اعتراف ظہور میں آیا۔ خلافت ظاہر ہوگئی
اور اعتراف آدم ؑ مقابلہ انکار ابلیس کے تھا۔ کہ اس نے انا خیر منہ
کہا تھا۔ تو حق تعالےٰ نے مقام اعتراف عند اللہ مع نتیجہ سعادت
کے ظاہر فرمایا تھا۔ کہ واضح ہو۔ طریق تعلیم کا برائے اولاد آدم ؑ
واضح ہو کہ جب مخالفات میں پڑیں۔ تو صورت خلاصی کی یہہ ہے۔
اور ابلیس کے ساتھ یہہ سبیل ظاہر ہوا۔ کہ جو دعوے میں پڑے
وہ دربار اللہ سے مردود ہوتا ہے۔ اسی سبب سے ھبوط ابلیس
عقوبت ہے۔ اور ھبوط آدم ؑ ترقی کہ ابلیس نے زمین میں اکتساب
اوزار کا کیا۔ اور آدم ؑ نے خلافت ترقی و درجات پائی۔ کیونکہ جتنے



جمیع حسنات اولاد کے اون کے صحیفہ میں ہیں۔ اوزار نہیں ؂
(سوال) معصیت ابلیس کی مقتضی تابید شقاوت نہیں۔ کیونکہ
وہ مشرک باللہ نہیں۔ حضرت آدم پر اُس نے افتخار اسواسطے کیا کہ طبیعت
اُس کی ناری ہے۔ اور وہ نار اقرب الی اسم اللہ نور ہے۔ بسبب
مشابہت روشنی کے جو طین میں نہیں۔ (جواب) شقاوت ابدی
اعتراض اللہ پر کرنے سے پیدا ہوئی اور نسبت افعال باری کو
بسوئے غیر حکمت کے اضمار اِس اعتقاد کا دائمی ہے۔ یعنی ابدالاباد
تک رہے۔ تو اضلال اغواء الناس بالتو سواس کرتا ہے گا۔
جزا مناسب فعل کے اور نیت کے مقرر ہوئی۔ اور جتنے مشرکین
ہوگئے ہیں۔ سب کا منشا وہی ہے۔ شیخ ابو مدین نے فرمایا۔
کہ اہل جنت و نار کو خلود بہ سزائے نیات ہے۔ ورنہ عدل تو
یہ ہے۔ کہ کفار کو بقدر مدت عصیان عذاب ہو۔ ابلیس نے جب تبرا
کفار سے کیا اور کہا اِنّی اَخافُ اللّٰہَ رَبَّ العَالَمِین تو اس توحید
سے سعید بنایا نہیں ؂
(جواب) یہ توحید نہیں۔ کیونکہ جبتک ابلیس موسوس اوّل
تصور شرک کا دل میں نہ کرے تو کافر کے دل میں وسوسہ نہیں
کر سکتا۔ پس جب صورت شرک کی اُسکے دل میں پیدا ہوتی رہی۔
تو توحید سے دور رہا۔ اور یہ فی نفسہ مشرک بنا صفت شرک کی۔ اگر اوسکے
سینہ سے جاتی رہے۔ تو مشرک کے دل میں شرک کہاں سے ہو۔ اوّل
مشرک باللہ ابلیس ہے۔ اوّل موجد شرک ابلیس ہے۔ پس وہ اشقی العالمین ہے ؂
(سوال) اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم ؑ کے حق میں فرمایا۔ عصیٰ آدم
ابلیس کے حق میں فرمایا۔ ابیٰ۔ پس فرق مابین ابیٰ و عصیان کے کیا ہے

**(جواب)** عصیان بعد تسلیم وایمان کے واقع ہوتا ہے - اور اباء عدم تسلیم کا نام ہے - عصیان سے تعظیم امر کی معلوم ہوتا ہے - اور اباء سے تحقیر امر کی *

**(سوال)** ابلیس کو شرائع انبیاء سے کوئی شے فراموش ہوتی ہے یا نہیں *

**(جواب)** سب شرائع انبیاء کا پورا پورا واقف ہے - تا کہ لوگوں کو اس قدر وسوسہ ڈالے - جتنے احکام شرائع کے ہیں - اگر علم جمیع شرائع کے ساتھ نہوتا تو ایسے وسوسے ڈالتا جو آپ خود اس میں جاہل ہوتا - لوگوں کو وہی وسوسہ ڈالا جو پیغمبروں پر نازل ہوا - تب اسکا وسوسہ مطابق شریعت مجهولہ کے ہوجاتا ہے - تو وہ خلاف شریعت سکھتا - حالانکہ جتنے وسوسہ اس کے ہیں وہ خلاف شریعت ہیں پس علم شرائع انبیاء اس کو اسواسطے دیا گیا - تاکہ اسکے برخلاف وسوسے ڈالے - شیخ نے باب الحج میں لکھا ہے - ابلیس ہر سال عرفات کے قریب وادی ارنہ میں کھڑا ہوتا ہے - عرفہ میں نہیں کھڑا ہوتا - جو مورد رحمت کا ہے - ماسوا اس کے آدمی کے ساتھ ہر ساعت رہتا ہے - اور دیکھتا ہے - اور حسرت وحسد کرتا ہے - کہ اہل موقف پر کس قدر مغفرت عام نازل ہو رہی ہے - اور وادی ارنہ عرفات کا ٹکڑا ہے - وہاں اس امید پر کھڑا ہوتا ہے - کہ شاید رحمت امتنانیہ سے حصہ ملے - نہ رحمت اعمال صالحہ سے جو رحیمیہ ہے - ملائکہ ابلیس کو ارنہ سے مرجوم ومطرود نہیں کرتے - کیونکہ وہ جانتے ہیں - اس کو معرفت اللہ کی ہے - اور دخول مشرکین کا مساجد میں فی الجملہ جائز ہے -

**(سوال)** حضرت آدم علیہ السلام کا شجرہ کھانا اور پھر زمین کیطرف



نازل ہونا جو دربار الہی جنت سے دور ہے - کیا سبب ہے -

**(جواب)** شیخ نے باب ۳۹ میں لکھا ہے - کہ سبب اس کا یہ ہے کہ علماء اولیاء - اگر کبھی زلت میں واقع ہوجائیں - تو اونکو مایوس نہونا چاہیئے - اگرچہ وہ خیال کرتے ہیں کہ مقام عالی سے انحطاط واقع ہوا - اور اسوقت اللہ کے نزدیک ناقص ہوئے - اس واقعہ آدم سے خیال کریں - کہ یہ انحطاط جو دل میں پاتے ہیں موجب شقاوۃ کا نہیں ہے - یہہ مشابہ ھبوط آدم کی ہے - واسطے تکریم کے واقع ہوا - اور اللہ تعالے کسی مکان میں متحیز ومتمکن نہیں کہ بعد جنت سے بعد خدا کا ہو - بلکہ علوی وسفلی سب دربار الہی ہیں - یعنی جنت و زمین آسمان زمین سے قرب بسوئے خدا نہیں - پس ھبوط ولی اللہ بحیثیم مردمان بعد زلت و انکسار عین ترقی الی اللہ ہے - اس ذلت سے منتقل بسوئے مقام اعلی ہوتا ہے - کیونکہ علو و ترقی ولی کی بزیادتی معرفت والحال ہوتی ہے - اور اس ولی کو بحصول ذلت و انکسار علم ومعرفت حاصل ہوا - جو پہلے اس کو حاصل نہیں ہوا - یہ عین ترقی ہے - پس جو شخص اس حالت ذلت وانکسار کا فاقد ہے وہ اسفل السافلین میں ہے - اور یہہ کلام ان اہل اللہ کے حق میں ہے جن کے حق میں اللہ تعالے فرماتا ہے - ولم یصروا علی ما فعلو حضرت صلعم نے فرمایا ہے - الندم توبۃ ندامت وپشیمانی توبہ ہے - حضرت بایزید کو کسی نے کہا کہ عارف عصیان کرتا ہے - جواب دیا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا - اور یہہ نہ فرمایا یعصی ولا یعصی واسطے ادب کے ساتھ اللہ تعالے کے اور معنی وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا کے یہ ہیں - کہ معصیت اہل اللہ کی بمقتضائے تقدیر نافذ ہے اور یہ نہیں

کہا جاتا۔ اُن کے حق میں کہ اپنی شہوت سے معاصی میں واقع
ہوتے ہیں۔ جیسے عوام۔ کیونکہ یہہ وقوع بالشہوات۔ اس میں
انتہاک (پردہ دری) حرمات اللہ کی ہے۔ اور اہل اللہ شہوت معاصی سے
تلذذ بالمعاصی سے محفوظ ہیں۔ کیونکہ ایمان مکتوب فی القلوب
انکو اس سے مانع ہے۔ سیّد علی خواص فرماتے تھے۔ کہ حکمت
وقوع عبد فی المخالفات یہ ہے۔ کہ مقام ناز بالطاعات وعجب بالعبادات
نہ ہو کیونکہ تواتر طاعات و عبادات لیلاً و نہاراً باعث عجب کا ہوتا ہے
اور شہود اسباب کا ہوتا ہے۔ اما خیر من الناس تو یہ شہود و
عجب دربار الٰہی سے نہایت بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ عبادات
تکالیف برائے تذلیل نفوس کے مقرر کئے ہیں۔ کہ مکلف اپنے
نفس کو خلق اللہ پر مشرف نہ جانے۔ کیونکہ یہہ گناہ ابلیسی ہے
کہ جس کے سبب سے حضرت اللہ سے نکالا گیا۔ جو شخص دعوے
کرے قرب الٰہی کا مع عدم الازلال وہ کاذب ہے۔

**(سوال)** حدیث میں وارد ہے کہ آدم عم نے جب شجرہ کھایا۔ تو
بدن آپ کا سیاہ ہو گیا۔ ظاہر اس سے یہی ہے۔ کہ معصیت نے ان
میں تاثیر کی۔ **(جواب)** یہہ ہے سواد بدن علامت نقصان
کی نہیں۔ بلکہ یہہ علامت حصول سیادت کی ہے۔ جیسا شیخ نے
باب ۷۲ میں لکھا ہے۔ اس حدیث پر نزل الحجر الاسود من الجنة
وہو اشد بیاضاً من اللبن فسودتہ خطایا بنی آدم۔ فرمایا کہ سیاہی پر
بدن آدم عم دلالت سیادت پر کرتا ہے کہ اس اکل نے اجتبا و اصطفاء
پیدا کیا۔ اگر یہہ اکل واقع نہ ہوتا تو سیادت واقع نہ ہوتی۔ ایسا ہی حجر اسود
جب جنت سے خارج ہوا۔ تو سفید تھا۔ اثر اُسپر چاہیے تھا جس سے



سیادت اس کی دار دنیا میں معروف ہو۔ جب جنت میں جاوے
سرداری لیجاوے۔ اور اپنے اقران پر فضیلت پاوے۔ اور متمیز
ہو اور خلعت تقریب الٰہی کی زمین کے اندر یمین اللہ بنانے میں حاصل
ہو۔ جہان میں نشان سعادت کا سوائے سیاہ رنگ کے کوئی نہیں
اور اوسکو لباس اسود عطا ہوا تاکہ ہم کو معلوم ہو کہ حجر اسود نے جنت
سے دنیا میں آکر یہہ درجہ پایا۔ عبد الوہاب شعرانی کہتے ہیں۔ شاید
یہی بات ہے کہ کعبہ شریف کا پردہ سیاہ ہے۔ اور خلفاء بنی عباس وغیرہ
کے عمامے سیاہ تھے۔ یہی بھید تھا۔ کہ حضرت صلعم نے یوم فتح مکہ عمامہ
سیاہ باندھا تھا۔ برائے اظہار سیادت علی الخلق از باب تحدیث
بالنعمة معلوم ہوا کہ معنے حدیث کے فسودتہ خطایا بنی آدم کے یہہ ہیں
کہ بنی آدم کے بوسہ نے اوسکو سردار بنایا۔ اور ایسا ہی سواد جلد حضرت
آدم علیہ السلام دلالت بسیادت کرتا ہے۔ کہ ھبوط انکا زمین پر ھبوط
خلافت تھا۔ برائے تناسل و ترقی +

**(سوال)** وجہ جامع مابین سواد حجر و جلد آدم و اولاد آدم کیا ہے۔
**(جواب)** اجتباء و سیادت ہے۔ تقبیل حجر مشابہ اجتباء و اصطفاء
آدم و اولاد آدم کے ہے بسبب خطایا کے۔

**(سوال)** اس حجر کیطرف سجدہ کا حکم کیوں ہوا اور تقبیل اس کی
اور تبرک ساتھ اس کے کیوں ہوا۔

**(جواب)** اسواسطے ہے تاکہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو۔ اور اس
کی سیادت ظاہر ہو۔ اور اُس کو ایک امتیاز حاصل ہو۔ جیسا آداب
عبودیت سے سردار کو امتیاز حاصل ہوتا ہے۔ اور جو آداب سردار
کے بجالائے اوسکے گناہ معاف اور جو نہ بجالائے وہ عاصی۔ کیونکہ بنی آدم

اپنی صورت پر ناز کرتے ہیں ۔ اور اپنے اخلاق و کمالات پر جو اللہ نے
ظلمت ڈالی اپنے ماسوا پر تکبر کرتے ہیں ۔ پس حق تعالیٰ نے انکو حکم پتھر
کیطرف سجدہ کا کیا ۔ باوجود وہ پتھر رتبہ میں ہم سے انقص ہے ۔ پس بعض
بنی آدم نے اللہ کا حکم مان لیا ۔ اللہ اُن سے راضی ہوا ۔ اور بعض نے
نہ مانا اُن پر اللہ ناراض ہوا ٭

(سوال) بزرگوں نے کہا ہے حصولِ معرفت اللہ بندہ کو وقوع
معصیت سے مانع ہے ۔ اور آدم علیہ السلام رئیس العارفین تھے ۔ یہہ اکل
شجرہ ان سے کیسا واقع ہوا ٭

(جواب) شیخ نے باب ۲۰۰ میں لکھا ہے کہ معرفت عارف کو منع
کرتی ہے ۔ مگر ارادہ اللہ تعالےٰ کا جب کسی اکابر کو کسی حکمت کیواسطے
تقدیر میں ڈالنا چاہتا ہے ۔ تو لابد وہ کام اِس کے سامنے کسی تاویل کیساتھ
مزین کرکے دکھلایا جاتا ہے ۔ جس تاویل سے وہ واقع ہو ۔ اوسکے ارادہ
میں ہتک حرمت باری تعالےٰ کی نہیں ہوئی ۔ جیسا کہ واقع حضرت آدم علیہ السلام
کا ہے ۔ پھر جب یہہ مقرب اِس تاویل میں معصیت میں واقع ہوتا ہے ۔ تو
اللہ تعالےٰ فساد تاویل ظاہر کردیتا ہے ۔ جب اس کو بعد وقوع کے ثابت ہوتا ہے
کہ تاویل اِس کی خطا تھی ۔ یقین کرتا ہے کہ اُس نے عصیان کیا ۔ پس لسان الشرع
اوسپر حکم کرتی ہے ۔ عظمی اور وہ اپنے نفس پر شہادت دیتا ہے ۔ کہ نفس نے
عصیان کیا ۔ مگر بحالت وقوع فعل یہہ اطلاع اوسکو نہیں تھی ۔ کیونکہ شبہہ تاویل
کا اس کو مغالطے میں ڈالنے والا تھا ۔ جیسا کہ مجتہد عالم فتوے دیتے وقت
یہہ اعتقاد کرتا ہے ۔ کہ عین حکم مشروع ہے ۔ اور دوسرے وقت بدلیل
سے معلوم کرتا ہے ۔ کہ یہہ خطا تھی ۔ پس لسان ظاہر اُسپر حکم خطا کا کرتی ہے
عِندَ ظُہُورِ الدَّلِیلِ لَا قَبلَ ذٰلِکَ ٭



(سوال) گناہ پر عقوبت عارفین کی اشد ہے ۔ یا عقوبت جاہلین کی ٭
(جواب) عقوبت عارفین کی اشد ہے ۔ کیونکہ حق تعالےٰ کی عنایت انکے
ساتھ بہت ہے ۔ بسا اوقات ایک لغزش عارف کی ستر لغزش جاہل سے
زیادہ ہوتی ہے ۔ اگر عارف کو عقوبت نہ بھی ہو مگر حیا و خجالت کافی ہیں ۔
بلکہ یہہ خجالت عارف پر عقوبت ظاہرہ سے زیادہ ہوتی ہے ۔ جیسا کہ مغفرت
عقوبت سے اُن پر اشد ہے ۔ کیونکہ عقوبت جزا ہے ۔ جب بندہ جزا
پاچکتا ہے ۔ تو اوسکو راحت پیدا ہوتی ہے ۔ جیسا مقروض جب قرضہ ادا کرچکتا
ہے ۔ تو خوش ہوتا ہے ۔ اور غفران ایسی نہیں ۔ غفران میں عارف ہمیشہ
خجالت و حیا میں رہتا ہے ۔ یہہ عقوبت شدید منقضیہ سے اشد ہے خجالت
و حیا میں ہمیشہ رہتا ہے ۔ جیسا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ
اسی سبب سے جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ کے ساتھ عنایت کرتا ہے ۔ اور اُسکا
گناہ بخشدیتا ہے ۔ تو درمیان بندہ کے اور ذکر گناہ کے حجاب ڈالدیتا ہے ۔
اور اوسکو گناہ فراموش کرادیتا ہے ۔ کہ اگر گناہ کا خیال کریگا ۔ تو حیا کریگا ۔
اور نفوس طاہرہ شریفہ پر اِس سے بڑھکر عذاب نہیں ۔ گناہگار کو انعام دیا
جاوے حتی کہ صاحب حیا دوست رکھتا ہے کہ نہ تم تکن شیئا مذکورا ہوجاوے جیسا
کاملہ (حضرت مریم ع) سے منقول ہوا ہے ۔ یَا لَیْتَنِی مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا ۔
باوجودیکہ حیا اِسکو خلق سے تھا ۔ جب اوسکی طرف نسبت نالائق کرنے
لگے ۔ جس سے ماں باپ اِس کے بھی پاک تھے ۔ جیسا فرمایا مَا کَانَ اَبُوکِ امْرَءَ
سَوْءٍ وَّمَا کَانَتْ اُمُّکِ بَغِیًّا ۔ تو اللہ نے اِس کاملہ کو اِس نسبت نالائق
سے بری کیا ۔ جو عذاب حیا کا قوم سے پایا ۔ پس حیا رب العٰلمین کا کیسا
عذاب ہوگا ۔ جو بندہ کو حقیقت تعدی حدود سے اور مجاہرت معاصی سے
حاصل ہوتا ہے ۔ (سوال) بھلا ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ بندہ کو گناہ بھلا دیوے

کہ وہ گناہ حسنات کے ساتھ مبدّل کر دیوے۔ جیسا اشارہ فرمایا۔ قولہٗ تعالیٰ فاولٰئک یبدّل اللہ سیّاٰتہم حسنات۔ (پس وہ لوگ ہیں اونکی برائیوں کو نیکی کر دیگا)

**(الجواب)** یہ بات لازم نہیں پر بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ بندہ کی وا موشی ذنوب میں بالکل بشریٰ اعظم ہے۔ از جانب باری تعالےٰ کہ ذات پاک سیئات بندہ کو حسنات کے ساتھ مبدّل فرماتا ہے۔ کہ علامت تبدیل کی نسیانِ ذنوب کا ہے۔ یہہ بات اس طرح ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ ذنب کو حسنات کے ساتھ بدل دیتا ہے۔ تو بندہ کے دِل میں صورت ذنب کی نہیں رہتی۔ اور وجود وجوداتِ اربعہ سے نہیں رہتا۔ ایک وجود لفظی دوم کتوبی سوم خیالی۔ چہارم وجود خارجی۔ مؤید اُسکا قول بعض عارفین کا ہے۔ کُلّ ذنب لم یذھب من ذھن الانسان فلیحدث لہ توبۃ جدیدۃ۔ یعنی جو گناہ بندہ کے ذہن سے سجاوے اوسکی توبہ جدیدہ کرے۔ کیونکہ وہ ابتک مبدّل بالحسنہ نہیں ہوا ہے۔ چاہیے کہ استغفار بہت کرے۔ جبتک زندہ ہے واللّٰہ ما خلقنا الّا لامرٍ عظیم یعنی ہم امر عظیم کے لیئے مخلوق ہوئے ہیں۔ شیخ عبد الوہاب شعرانی رح فرماتے ہیں کہ میں نے سیدی علی خواصی رح سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ خواص اولیا کو ذنوب بھلا دیتا ہے۔ رحمۃً بہم۔ کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ یاد کرتا ہے۔ تو درمیان اپنے و رب کے صورت قبیحہ بناتا ہے۔ وہ صورت حکم بُعد کا کرتی ہے۔ لہذا قالو و ذکر الجفا فی وقت الصفا جفا۔ اور اخی افضل الدین رح فرماتے تھے کہ حبیب اللہ تعالےٰ نے حضرت صلعم پر نازل فرمایا۔ لیغفر لک اللّٰہ ما تقدّم من ذنبک وما تأخّر ذنب سے ذکر ذنب کا آپ پر اشد تھا۔ اور ذنب برائے صفا حضور کے کہ جس حضور میں تھے۔ کہ امثال اون ذنوب کو تصور نہیں کر سکتے۔ جیسا گذرا کیونکہ وہ ذنوب میں بنظر مقامات مطالبہ کے ازباب حسنات ابرار کر سیئات مقربین



جیسا کہ روایت ہے کہ ایک عارف ایک دیوار کے پاس گزرا۔ تو وہاں رونے لگا۔ کسی نے کہا کہ باعث اس کام کا کیا ہے۔ بولا کہ بلا اجازت مالک کے اِس دیوار سے تیمم کیا تھا۔ اور یہ ایسا ذنب ہے کہ جس پر کوئی نہیں روتا۔ عارفان اہل زماں سے اگرچہ حیا بخش کاہلی سے ہو۔ اور قدوۃ المحققین شیخ محی الدین قدس سرہٗ نے باب ۲۰۷ فتوحات میں فرمایا کہ جب سے قول تعالےٰ نازل ہوا۔ لیغفر لک اللّٰہ ما تقدّم من ذنبک وما تأخّر اور حضرت صلعم ذکر ذنب سے متالم ہوئے پس جبرائیل علیہ السلام ازاں بعد سوائے صورت دحیہ کلبی کے نازل نہ ہوئے۔ اور قبل نزول اِس آیت کے مختلف صور میں نازل ہوتے تھے۔ اور دحیہ کلبی اجمل سہل الزمان۔ پس گویا حق تعالیٰ بلسانِ حال حضرت صلعم کو فرماتا ہے کہ مابین میرے و تیرے صورت حسن و جمال کی ہے۔ کیونکہ میری حبیب ہیں۔ اور آداب ملوک بھی یہ ہے۔ کہ وزرا کو مناسب ہے کہ کسی میں کوئی عیب کی صورت نہ ہو۔ نہ جذام ہو نہ برص چیچک و چاپ برجبیں۔ اور یہ کہ کوئی عیب والا حضور بادشاہ میں نہ جاوے۔ بلکہ صاحبان مرض و عرجی و اپاہجوں کی حاجت بلا حضور بادشاہ امرا خود ادائے و اجرائے کر دیا کریں۔ کہ ایسا معیوب دربار سلطانی میں نہ آوے۔ اور کمال دحیہ کلبی آخر کا یہ تھا کہ کوئی حاملہ عورت اوسکو دیکھتی تو حمل اوسکا ساقط ہو جاتا تھا۔ کہ وہ اپنے دل میں شہود اوس صورت حسن کا پاتے۔ اور وہ حاملہ حضرت صلعم کو دیکھتی تو اسقاط نہیں ہوتا تھا۔ باوجود کہ حضرت صلعم دحیہ کلبی سے اجمل تھے۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت صلعم دیکھنا مشروع تھا۔ حرام و مکروہ نہیں۔ اِس مشاہدہ میں شہوت کا نام نہیں تھا۔ اور کل آدمی حضرت صلعم کی زیارت کے مامور ہیں پس حق نے جمال حضرت صلعم کا مخفی کر دیا۔ اکثر آدمیوں سے بڑی حکمت

شفقت بر خلق برخلاف وجہ کلبی ہے کہ اونکے دیدار کا کوئی مامور
نہ تھا۔ (سوال) تبدیل سیئات کی حسنات کے ساتھ کس طرح ہوتی
ہے۔ کیا معصیت صحیفہ میں بجنسہ مکتوب ہوتی ہے۔ یا بندہ بعد از گناہ
نیکی کرنے لگتا ہے۔ (جواب) بعض کاملوں نے فرمایا کہ صحیفہ میں تمام
بدی کا محو کر کے تمام حسنہ کا درج ہوتا ہے۔ اگر معصیت کبیرہ ہے تو بجائے
اوسکے حسنہ کبیرہ مُثبت ہوتی ہے۔ اگر صغیرہ ہے تو بجائے اوسکے حسنہ
صغیرہ مرقوم ہوتی ہے۔ بندہ پر بڑی عنایت اللہ کی ہے کہ اولاً در حق عباد
کو لذائذ دنیویہ چکھا کر ثواب اخروی بھی بکمال عنایت فرماتا ہے۔ پس
جب اللہ تعالٰے عارف کے سیئات مُبدّل بحسنات کرتا ہے۔ یہ بڑی
عنایت کی بات ہے۔ (سوال) بھلا یہ بھی ممکن ہے کہ خواص میں سے
کوئی باوجود کشف کے عصیان کرے۔ جب لوح محفوظ میں دیکھے کہ تقدیر
میرے حق میں ایسی ہے۔ (جواب) یہ بات عارف صاحب کشف کے
واسطے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کشف قلبی مدام حضرت احسان میں ہے۔
(یعنی گاہے حق اوسکو دیکھتا ہے۔ گاہے وہ حق کو دیکھتا ہے) اور اگر مقدر ہو
کہ وہ عصیان کریگا۔ اور مطابق تقدیر کے عصیان کریگا۔ تو حق تعالٰے
ناراض ہوگا اور فعل ہیں۔ (سوال) قبل اسکے قول بایزید بسطامی
قدس سرہٗ کا منقول ہوا۔ کہ جب اون سے پوچھا گیا کہ کوئی عارف عصیان
کرتا ہے۔ تو فرمایا وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا۔
پس اس کلام سے معلوم ہوا کہ وقوع عارف معاصی میں ممکن
و جائز ہے۔ (جواب) یہ بات ایسی ہی ہے۔ سو ولی کے حق میں
جائز ہے کہ بعد ازیں کافر ہو جاوے۔ پس معاصی اسلامیہ کا تو کم درجہ
ہے جیسا کہ ابلیس سے واقع ہوا کہ وہ بعد معرفت کے عاصی ہوا۔ پس بایزید



قدس سرہٗ نے جواز و عدم اوسکا اوپر مع اللہ تعالٰے کیا ہے۔ کہ کسی امر کا
حکم معین نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دربار الٰہی کا ادب مقتضی سکوت کا ہے۔
پس اگر مقدر ہے تو واقع ہووےگا۔ لیکن مع الحجاب یا تزئین یا تاویل
یا غفلت یا سہو کے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اذا اراد اللہ
تعالٰی انفاذ قضائہ وقدرہ سلب ذوی العقول عقولهم الحدیث۔
یعنی جب حق تعالٰے اپنی قضا اور قدر کو جاری کرتا ہے۔ تو عاقلوں کی عقل
سلب کر لیتا ہے۔ کہ عقول ذاکرہ جو حق تعالٰے کے سامنے ہیں۔ وقت عصیان
کے غافل ہو جاتے ہیں۔ اور عقول تکلیف کے باقی رہتے ہیں۔ کیونکہ مدار
تکلیف کی یہ عقول ہیں۔ نہ وہ۔ یاد رہے کہ سلب عقول کے لفظ سے
غلطی میں نہ پڑنا۔ واللہ اعلم۔ (سوال) حق تعالٰے نے فرمایا۔ اِنَّ
عبادی لیس لک علیهم سلطانٌ اور آدم علیہ السلام منجملہ بندگان خاص
کے ہیں۔ قطعاً پس ابلیس لعین باعث اکل شجرہ کا کسطرح ہوا۔ (جواب)
ابلیس لعین آدم علیہ السلام کے پاس بباب معصیت سے نہیں آیا تھا۔ بلکہ
لعین نے فریب دیا تھا کہ اوس نے قسم کھائی کہ وہ ناصح ہے۔ دوسرا اوس نے
یہ دھوکہ دیا کہ حق نے نہی از قرب شجرہ سے فرمائی ہے۔ نہ کہ اکل ثمرہ حرام ہے
غرض یہ کہ صورت منہی سے نہیں لایا۔ بلکہ صورت مباح کی لایا۔ بیان اسکا
یہ ہے۔ کہ ابلیس جب صورت عصمت و حفظ کی دیکھتا ہے۔ کہ یہ صورت
محیط اس بندہ کی ہے تو انسان کی صورت میں متمثل ہوا کرتا ہے۔ سو وہ
ولی خیال کرتا ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ ابلیس جب اغوا عبد کا ارادہ
کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ عصمت یا حفظ کا پردہ اوپر محیط ہے۔ تو انسان
کی صورت میں اوسکے سامنے پیش آتا ہے۔ وہ ولی خیال کرتا ہے۔
کہ یہ آدمی ہے شیطان نہیں۔ اور کان کیطرف سے اوسکو اغوا کرتا ہے۔

تو جو چیز اوسپر ممنوع حرام ہے۔ اُسکی تاویل پیش کرتا ہے۔ ادنیٰ یہ بات
ہے۔ کہتا ہے۔ ان اللہ عفور بالرحیم۔ وھل رحمۃ اللہ للمذنبین۔ اور
نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ شفاعتی لاھل کبایر من امتی۔ جب یہ سنتا ہے تو
کہتا ہے کہ ایسا تم جیسے کو گناہ ضرر نہیں دیتا ہے۔ مگر جب دلیل محتمل تاویل
کی نہ ہو۔ اس معصیت کی دلیل تاویل ہے کہ شیطان جانتا ہے کہ عاقل آدمی
معصیت پر اقدام نہیں کریگا۔ بغیر وسوسہ تاویل اور تزیین کے۔ جب
ابلیس سے یہ قاعدہ سُنتا ہے۔ تو اہل اجتہاد کا بنجاتا ہے گناہ کرنے میں۔
اگر اوس کو ترک کردے تو اوس کو اجر ہے۔ شیطان کی مُراد اس بندہ
سے حاصل نہیں ہوتی۔ یہہ بندہ محفوظ رہتا ہے۔ جبتک کہ بندہ ذاکر ہوتا
رہتا ہے۔ قول ابلیس کا ہے۔ اگر اوسکو فراموش کردے تو گناہ میں واقع
ہو جاتا ہے جیسے حضرت آدمؑ سے واقع ہوا۔ شیخ محی الدین نے فرمایا۔ کہ
آدم و حواؑ نے درخت اِسواسطے کھایا کہ قلوب اصفیا کے صاف ہوتے ہیں
وہ جانتے ہیں۔ کہ کوئی آدمی جھوٹ اُنکے سامنے نہیں کہتا۔ لیکن عنایت
اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ پر یہہ ہوئی کہ اس اکل نے جنت میں خلود اور
ملک اللہ یبلیٰ غنایت کیا۔ برخلاف زعم ابلیس کے۔ لیکن بغیر قصد کے
حضرت آدمؑ کا ارادہ نہیں تھا شیطان کا ارادہ یہہ تھا۔ کہ حضرت آدمؑ گناہ میں
واقع ہو جائے۔ توبہ نہ کرے۔ اللہ نے توبہ قبول فرمائی۔ اور تایب
من الذنب کمن لا ذنب لہٗ ہوتا ہے۔ **(سوال)** بھلا یہ ممکن ہے
کہ ابلیس نے جب آدمؑ سے کہا۔ ھل ادلک علیٰ شجرۃ الخلد و
ملک لا یبلیٰ۔ اس خیر کا ارادہ کیا ہو کہ انجام کار ایسا ہوگا۔ ابلیس نے
کوئی وقت اُسکا مقرر نہیں کیا۔ **(جواب)** ابلیس سے یہ ارادہ
بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ وہ بہ نسبت آدم اور بنی آدم کی خیر کا ارادہ نہیں کرتا



اللہ تعالیٰ نے اُسکے وسوسہ کو نامراد کیا۔ اور انجام آدمؑ کا نیک کیا۔ کہ مجتبیٰ کیا گیا اور وہ
ابلیس کا نہیں تھا۔ شیخ ابو العباس العریفی شیخ شیخ محی الدین کا ہے۔ فرماتے۔ کہ آدمؑ نے
اپنے رب کا عصیان نہیں کیا۔ معاذ اللہ بلکہ عصیان اُن لوگوں نے کیا جو اولاد اُنکی پشت میں
اہل شقاوت تھی۔ کیونکہ اُنکی پشت اپنی اولاد کیواسطے مثل جہاز کے تھی۔ اور شیخ ابو مدین
تلمسانی فرماتے ہیں۔ اگر میں بجائے آدمؑ کے ہوتا۔ تو سارا شجرہ کھا جاتا
اور ایک روایت میں ہے۔ کہ اگر آدمؑ درخت کھاتے وقت جانتے
کہ انجام ایسا ہوگا۔ تو سارا درخت کھا جاتے۔ اور شیخ محی الدین نے حدیث تحجہ آدم
فحجہ و تحاج آدم و موسیٰ ذرّیتہ میں باب ۳۵ فتوحات کلام بسیط کی ہے۔ اور
وہ قابل مطالعہ ہے۔ اس میں عجایب و غرایب علوم کے بیان فرمائے ہیں
شیخ عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک تیرے سامنے مثال پیش
کرتا ہوں۔ کہ جس سے یقیناً تنزیہ آدمؑ کی از معصیت محضہ تجھکو یقین
ہو جائیگی۔ یعنی حضرت آدمؑ اس معصیت سے منزّہ ہیں۔ جس میں
غیر ذالک واقع ہوتے ہیں۔ اور اِس اعتقاد تنزیہ سے حق اُبوت
کا جو تیرے ذمہ واجب ہے۔ ادا ہو جاسے گا۔ بیان یہ ہے کہ اللہ
تعالےٰ نے سابقہ علم میں سعادت تو قوم کا۔ و شقاوت ایک قوم کا حکم فرمایا
یہ قول اور علم عند اللہ ثابت ہے۔ پس ضرور ہے کہ ایک فاتح قبضتین کو فتح کرے۔ ابلیس تو
فاتح قبضہ شقاوت کا ہے اور آدمؑ فاتح قبضہ سعادت کا۔ ابلیس شقی ہے اور سعید آدمؑ اور
اولاد اُنکی جو تابع اُنکی ہے۔ تو یہ میں اعتراف الذنب میں سعید ہیں پس آدمؑ جانتے تھے کہ
جس خیر میں واقع ہوا امر واقع بقضا و قدر ہوا۔ اور اعتراف بالذنب کیا اور کہا ربنا ظلمنا انفسنا
وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین ذنب کو منسوب بالنفس خود کیا۔ تاکہ
اولاد کو تعلیم کرے۔ جب معصیت میں واقع ہوں اس ورطہ سے کسطرح
نکلیں۔ اور اپنے معاصی پر بلا توبہ بلا اعتراف اصرار نہ کریں۔ جیسا کہ

ابلیس و لشکر ابلیس جن و انس نے کیا۔ سو آدم عم کا اس بات میں واقع
ہونا ایسا ہے۔ جیسا کہ عبد اپنے مولا کے ساتھ حکم بجا آوری میں ہوتا ہے
حق تعالٰے نے اُن کو کہا۔ میرے تیرے درمیان یہہ بات تھی۔ کہ اس عالم
میں اپنے مکنون علم ظاہر کروں۔ اور اپنے اسماء کا حکم اہل حضرات میں
ظاہر کروں۔ ایک دربار اشقیا کا اور ایک سعدا کا۔ اپنے بندوں کے
سامنے حجت ظاہر کروں۔ قبل اس کے کہ اپنے قرب سے انکو دور کروں
میرا علم سابق ہے۔ اور میں کریم ہوں۔ اور شان کریم کی یہ ہے کہ کسی کو اپنے
قرب و جوار سے بلا حجت ظاہرا دور نہ کرے۔ جب میں نے کہا تجھکو
کہ اس درخت کے نزدیک نہ جا۔ تو سمجھ میں نے تجھکو قرب کا اذن دیا۔
سو تو اس اذن مخفی کی تعمیل میں دیر نہ کر۔ تاکہ تجھپر حجت اپنی قائم کروں
اور دار خلافت کیطرف تجھکو نکالوں۔ اور اعمال کے ساتھ تجھکو ترقی
دوں۔ کیونکہ جس دار میں تو ہے یعنی جنت۔ یہہ دار تکلیف نہیں اور
نہ ترقی اعمال ہے۔ جیسا کہ جنت والونکا حال ہوگا۔ یکسان رہیگا۔ پس
عبد صاحب ہذا السر کو سوا مبادرت اذن الٰہی کے کوئی چارہ نہیں۔ یہہ
ایک راز ہے۔ مخفی از محجوبین۔ اور یہہ معصیت عند المحجوبین عن سماع
ہذا السر ہے۔ جو سر کہ اللہ نے آدم کے سامنے بیان کیا۔ اور جو حاضرین
سامعین تھے۔ اُن کے نزدیک معصیت نہیں تھی۔ کیونکہ اذن باری
فعل شئے میں۔ اور امر بہ ایک ہے۔ اس مدبار میں جیسا کہ شیخ نے باب
۴۳ جواب ۳۸ میں اسئلہ حلبہ ترمذی میں لکھا ہے۔ درمیان اذن
اور امر کے تفریق بلسان ظاہر شرع ہے۔ کیونکہ امر غیر ارادہ ہے اذا احکام
شرع کے۔ امر بخلاف ارادہ بہی ہوا کرتا ہے۔ پس حق تعالٰے نے اسپر اکتفا
کیا۔ کہ عبد کو در باطن مضطر بوقوع فعل کردے۔ بغیر اسکے کہ اسکو ظاہر امر



کرے۔ کیونکہ ان اللہ لا یامر بالفحشاء۔ شیخ ابو مدین فرماتے ہیں۔
کہ بعضے عارفوں نے کہا ہے۔ کوئی چیز نہیں کرتا ہوں۔ مگر ساتھ اذن اللہ
کے۔ اذن سے مراد ارادہ ازلی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حقتعالٰے نے آدم پر
معصیت و غوایت کی ندا کرنے میں نفع عظیم ہے۔ واسطے ذُرّیت محجوبین
کے جو حدود اللہ سے متعدی نہیں ہوتے۔ توبہ استغفار و اعتراف میں
تابع آدم کے ہیں۔ پس یہہ معصیت مقصود بالاصل آدم عم کے نہیں تھی
جیسے کہ ذنوب گمراہ اولاد کے ہیں۔ اور یہہ بات کہ حضرت آدم روئے۔ آپ نے
بکا کیا۔ باوجودیکہ سرّ اکل شجر میں ماذور تھا۔ جیسا کہ گذرا ابو مدین کی عبارت
میں گذرا۔ واسطے تعلیم اولاد کے تھا۔ بکا ان کا ظاہری تھا۔ باطنی نہیں تھا۔
(سوال) آدم عم نے قبضہ سعادت کیطرف طاعت کیساتھ کیوں نہ فتح کیا اور وقوع معصیت
و توبہ کیساتھ فاتح ہوا اسکا کیا سبب تھا (جواب) وقوع معصیت کے بعد یہ بات ہوئی تاکہ آدم
عم کو وسعت حلم و فضل رحمت باری تعالٰے کی عبادت ظاہر ہوئی۔ کہ عباد اللہ جب
معاصی میں واقع ہوں۔ تو بہی فضل اللہ سے خالی نہیں۔ اگر قبضہ سعادت
طاعت صرف کے ساتھ فاتح ہوتی تو بہت اسماء الٰہیہ متعلق بالعالم مخالف
معطل رہتے۔ اسواسطے کہ فرمانبردار محتاج مغفرت و رحمت کا نہیں ہوتا۔
جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ لو لم تذنبوا لذہب اللہ بکم و اتی بقوم
یذنبون فیستغفرون اللہ فیغفر لہم۔ اگر معصیت نہ ہوتی
تو غفار و حلیم و رحیم کا اثر ظاہر نہ ہوتا۔ اما الجواب از نوح علیہ السلام۔ حضرت
نوح نے فرمایا۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ یہ
بد دعا انکے حق میں رحمت تھی۔ کہ زیادہ عصیان سے غضب الٰہی شدید
نہ ہو جاوے۔ اور ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم کیا
کہ اگر کوئی امتی وقوع فتنہ سے خائف ہو تو کہے۔ اللّٰہم توفنی اذا کانت

وفاہ خیرا لی - تو حضرت نوح کا اپنی قوم پر بددعا کرنا غضب نفسانی
نہیں تھا۔ انبیاء کرام اس سے معصوم ہیں۔ شیخ محی الدین عربی نے
فرمایا۔ کہ دعوت نوح ع ایسی نہیں کہ جسکا عذر قیامت کے دن کریں
اونکا قول رب لا تذر علے الارض - دعا حضرت نوح کی نہیں ہے
اون کی دعا یہ ہے - ولا یلدوا الا فاجرا کفارا - کیونکہ وہ تحکم علی اللہ
ہے - جس چیز میں معرفت نہ ہو اور حق تعالے ہمیشہ مربی انبیاء ہے
باد ب بعد ادب جب یہ آیت اُتری ولم تکن لصاحب الحوت
اذ نادی تو حضرت صلعم نے فرمایا۔ ادبنی ربی فاحسن تادیبی -
یعنے انبیاء کرام کو تعلیم ادب کی ہر وقت فرماتا ہے - کسی پر بددعا کرنی
کام انبیاء کا نہیں ہے - یہ بددعا حضرت نوح سے صادر نہیں ہوئی
دراصل دعا خیر ہے - اما الجواب السید ایوب عم کہ انہوں نے
سونا اپنے کپڑے میں جمع کیا جب اللہ نے اونپر سونے کی ٹڈی برسائی
تو اللہ نے فرمایا - الم اکن غنیتک عن هذا بولے بلی یا رب
لکن لا غنالی عن خیرک و برکتک - جواب یہ ہے کہ اکابر اولیا اور
انبیاء انکا کمال دنیا کے اعتبار اور امراء سے کم نہیں ہوتا - ایوب عم
نے سونا اسواسطے جمع کیا کہ ظاہر جانتے تھے کہ قانع ہوں - کیونکہ قناعت
عند اہل اللہ اکتفا بالموجود ہے بلا طلب مزید - اگر طلب زیادتی کی
خدا سے ہو تو وہ مخالف قناعت کے نہیں - اگر کسی مخلوق سے طلب
کرے تو وہ منافی ہے - اور قناعت کے معنے سوال کے ہیں جیسے
کہ اللہ تعالے نے ظالموں کے حق میں فرمایا - مقنعی رؤسہم -
رافعی عن رؤسہم الی اللہ سائل کے سوال عفو و مغفرت جرایم کا
کرینگے - پس جو شخص اللہ سے سوال کرے - وہ قانع ہے جو غیر



سے سوال کرے وہ ظالم ہے - مگر غیر کو باب علی الابواب اور خیال کرکے
اس باب پر استادہ رہے تو بھی منافی نہیں - اور جو سائل غیر اللہ ہوتا
ہے - وہ ظالم ہے - ولا ترکنوا الی الذین ظلموا - پس جو شخص کہ اپنے
نفس یا جنس کیطرف مائل ہو وہ راکن الی الظالم ہے - کیونکہ ان الانسان
کان ظلوما جھولا - شیخ محی الدین نے باب ۹۹ میں فرمایا - کہ انبیا و اولیا نے
دنیا اسواسطے جمع کی - کہ اونکو اطلاع اپنے امر کی تھی - اور نہ خواہ اونکو دنیا کے ساتھ
رغبت نہیں تھی - انہوں نے دنیا کو بخل بعد ضعف یقین سے جمع نہیں کیا -
جیسا حضرت ایوب عم کو خدا نے حرفت دی - اور پھر وہ سونا کپڑے میں
جمع کرتے تھے اور کہتے تھے - لا غنالی عن برکتک - اور جواب یونس ع
سے کہ ان کے حق میں خدا نے فرمایا - وذا النون اذ ذھب مغاضبا فظن
ان لن نقدر علیہ - جواب یہ ہے کہ لن نقدر علیہ سے مراد یونس ع کی
یہ تھی - ان لا نضیق علیہ من رحمتہ - جیسا اللہ تعالے نے فرمایا - ومن
قدر علیہ رزقہ - ای ضیق علیہ رزقہ - پس اس نقدر کے معنی تضیق
کے ہیں - جب حضرت یونس ع نے ظن کیا - کہ اثر غضب خدا انکی امت کو نہیں
پہونچا - ظاہر میں ظلمت تھی - کیونکہ انکا منصب عالی تھا - اور دل صاف
تھا - اللہ نے اونکو بطن حوت کے ظلمت میں رکھا - تاکہ سمجھا دے - کہ حالت
اس کی ایسی ہے - جیسا کہ ماں کے پیٹ میں جنین تھا - خدا اسکی تدبیر کرتا
تھا - اور کیا اس مقام میں یہ تصور کرتا تھا کہ خدا اسپر عقدہ کرے - بلکہ خدا کی
حمایت میں تھا - سوا رب کے نہیں جانتا تھا - خدا نے بحکم حوت سے نکالا -
جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے - تو فطرت پر رہتا ہے - یعنی معصوم
اور معنے لا الہ من الظالمین کے اے رب تو کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے - اور
رحمت اپنی کو وسیع کرتا ہے جس پر چاہتا ہے - یہ عذر امت کیطرف سے ہے

اور کنت من الظالمین میں میرے غضب کا اثر مجھ پر عائد ہوا۔ نہ یہہ تم نے مجھ پر ظلم کیا۔ اسواسطے علم تیرا میری حالت کے ساتھ ہے۔ پھر یہہ حالت ظلمت خاصوں کی ہے۔ نہ ظلمت عاموں کی۔ یہہ ظلمت لائق مقام انبیاء کے ہے جس سے نورِ نبوت نکلتا ہے۔ جلیسا اُن کے قلم میں یہہ نور نکلا خدا نے دعا قبول کی۔ اُن کو نجات دی۔ مچھلی نے باہر ڈالدیا۔ بنی آدم سے کوئی دو ولادت سے مولود نہیں ہوا۔ سوا یونس ؑ کے۔ وہ بمثل طفل کے تھے خدا نے تربیت یقطین کے ساتھ کی۔ کیونکہ پتے اس کے نرم ہوتے ہیں۔ مکھی اسپر نہیں بیٹھی۔ لڑکا ضعف کے سبب ذباب کو دفع نہیں کرسکتا۔ تو اللہ نے اس درخت کی خاصیت یہ بنائی ہے۔ کہ اسکے قریب مکھی نہیں ہوتی ہے۔ اور پتے اس کے نرم ہیں جیسے روئی۔ اور درختوں کے ایسے پتے نہیں ہیں۔ جیسا کہ شیخ نے باب ۳۳ میں لکھا ہے۔ اور جواب حضرت موسےٰ ؑ سے اُنہوں نے کہا فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ۔ پیغمبر کامل ہوکر کفار سے کیوں خائف ہوئے۔ لیکن ولی سوائے اللہ کے کسی سے خوف نہیں کرتا۔ جواب یہ ہے کہ مقام خوف کئی وجوہ کے ساتھ مقام اولیٰ ہے۔ ایک یہ کہ کامل اپنے نفس میں ضعف دیکھتا ہے۔ بخلاف صاحب حال از اولیا اور دوسرا یہہ کہ کامل پر واجب ہے۔ کہ موذی سے فرار کرے۔ یا اس کو فنا میں ملادیوے۔ اگر اسکے خلاف کرے تو آثم ہوگا۔ اور تیسرے یہ کہ خوف میں تعطیل اسباب نہیں۔ یہ فرار کمال موسےٰ کا تھا۔ اور ممکن ہے کہ خوف اللہ سے تھا کہ شاید کفار کو اُن پر مسلط کردیوے۔ تو یہہ خوف محمود ہے مذموم نہیں۔ اور جواب سلیمان علیہ السلام سے کہ اللہ نے فرمایا۔ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ۔ جواب یہہ ہے۔ کہ انبیاء ؑ اتلاف مال کے ساتھ موصوف نہیں ہوتے۔ مراد یہہ ہے کہ جب سلیمان ؑ نے حب خیر یعنی مال کو



دوست رکھا۔ عن ذکر ربی۔ خدا کی یاد سے لا عن حکم طبعہ نہ طبیعت کے حکم سے تو ہاتھ اپنا گھوڑوں کے بال اور سوق پر پھیرتے تھے۔ اور تعجب کرتے تھے۔ خیر رب پر اُن کو علم تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ بندے سے حب الخیر چاہتا ہے اور یہہ محبت خیر کی حب اللہ ہے۔ اور حب الخیر من حیث وصف الخیر ہے اور ظاہر ہے کہ محبوب اختیار ہے۔ کہ وہ محل خیر ہیں۔ سو اس واسطے سلیمان ؑ نے فرمایا۔ انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی۔ یعنی میں اس محبت سے خیر میں ہوں۔ جیسی خیر کی محبت خیر ہے۔ جب گھوڑے اندھیرے میں چھپ گئے تو فرمایا۔ انکو میرے پاس لاؤ۔ کہ صورت انکی غائب ہوگئی تھی شیخ نے باب ۴۱۲ میں فرمایا ہے۔ جن مفسرین نے توارت شمس کو مراد رکھا ہے۔ اُنکے پاس کوئی دلیل نہیں اس مراد پر۔ کہ قرآن شریف میں نہ ذکر شمس کا ہے نہ صلوٰۃ کا ہے۔ کسی وجہ سے جیسا اُنہوں نے وہم کیا۔ اور قول اللہ تعالےٰ کا ولقد فتنا سلیمٰن سے مراد اختیار ہے۔ کیونکہ متعلق اس فتنہ کا خیل تھے۔ یہہ فتنہ اسطرح تھا کہ اللہ نے گھوڑے دکھائے۔ اور دیکھا کہ گھوڑوں کے دیکھنے سے میرا ذکر چھوڑتا ہے۔ یا میرا ذکر کرتا ہے۔ سو انہوں نے حب خدا کا ذکر کیا نہ اُنکے حسن و کمال کو دوست رکھا۔ کیونکہ یہ گھوڑے اس ملک کی جز تھے۔ جو اُنہوں نے خدا سے طلب کیا تھا۔ کہ میرے سوا کسیکو نملے۔ اللہ نے وہ دعا منظور کی تھی۔ اور فرمایا۔ هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ۔ یہہ ملک ملک آخرت سے کچھ نقصان نہ کریگا۔ جیسا اور دولتمندوں کیواسطے واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ جو دولتمند دنیا میں متلذذ بالنعیم ہو تو آخرت کی نعیم گھٹ جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء ؑ کو کوئی چیز خدا سے مشاغل نہیں کرتی ہے۔ نہ نعیم آخرت نہ نعیم دنیا۔ اسیواسطے انہوں نے خدا سے وسعت

فی الدنیا طلب کی۔ اور محال ہے کہ رب سے حجاب کے طالب ہوں۔
اور اللہ اونکو محجوب کروے۔ کہ اس میں اکرام نہیں۔ شیخ نے باب وصایا
میں لکھا ہے۔ کہ اکابر اللہ سے سوال وسعت دُنیا کا کسی غرض صحیح واسطے
کرتے ہیں۔ جب اُنھوں نے زہد فی الدنیا بعد قناعت محکم کرے۔ اور
اپنے نفوس پر مطمئن ہوگئے۔ کہ خدا سے غافل نہ ہونگے۔ اللہ سے وُسعت
فی الدنیا کا سوال کیا۔ تاکہ اُن کے نفوس پر وُسعت ہو۔ اور اُن کے
لواحق پر اور خطاب اللہ سے اُن کو لذت ہوتی ہے۔ اقرضوا اللہ قرضا
حسنا (تم اللہ کو قرض حسنہ دو) کیونکہ یہہ خطاب اہل دولت کو ہوتا
ہے۔ نہ مفلسوں کو۔ اور جانتے ہیں کہ مفلس آدمی اس لذت سے محروم ہے
سو حضرت سلیمان عم نے سوال دُنیا کا اسواسطے کیا۔ جیسا کہ بیان کیا۔ اور یہہ
روایت ہے کہ کیڑے نے حضرت سلیمان عم سے امان طلب کی۔ سو اُنھوں
نے امان دی۔ کیڑی بولی کہ ملک تیرا جو خدا نے دیا ہے بعد سوال کے کیا ہے
اور سلیمان عم نے فرمایا کہ میری انگوٹھی ہے۔ کیڑے نے کہا افسوس ایسا ملک
کہ ایک خاتم میں آجائے۔ پھر کیڑی بولی یا سلیمان عم جبکہ ایسا امور جو اللہ نے
دئے۔ بندہ کو خدا کے ملک سے خالی نہیں ہوتے۔ ایسی بات کے طلب کرنیسے
کیا فائدہ کہ تمکو حساب دینا پڑے۔ ویسے ملک کا کہ بعد تیرے کسیکو نہ ملے۔
شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے سید علی خواص سے سُنا۔ کہ
وہ فرماتے تھے کہ دُنیا مچھر کے بازو کے برابر خدا کے نزدیک نہیں۔ اُس کے
طلب کرنے سے کاملین پر کوئی عیب نہیں۔ اور جواب خطیۂ داؤد علیہ السلام
سے جس خطیہ سے اُنھوں نے استغفار کیا۔ وخر راکعا واناب۔ پس اوس سے
جواب یہہ ہے۔ کہ یہہ خطیہ ایک نظر (یعنی بلا ارادہ) بلا تقدم نیت صالحہ
اسواسطے حضرت صلعم نے فرمایا۔ کانت خطیئۃ اخی داؤد نظر مجاوزۃ ...



کہ اُنھوں نے سر اوٹھایا زمین سے بلا اس ارادہ کہ جو مناسب نبوت کے
تھا۔ پس اللہ نے اوس نظرہ کا مواخذہ فرمایا۔ ولولاک وقد دانتہ لمح ورفع
بصرہ الی ناحیتہ بعد ذالک مرتے دم تک برائے حیا از رفع سابق
غفلت سے۔ پس گناہ اوسکا رفع بلا نیت بصر کو مباح کیطرف ہوا (یہ ذنب
انبیا کا ہے) معلوم ہوا کہ مواخذا اکابر کا حرکات وسکنات بغفلت بخصوص
اور اگر بالفرض انگشتان کو بغفلت از شہود حق حرکت دیتے تو بھی مواخذہ
ہوتا۔ کیونکہ حضور ومشاہدہ ولی اور انبیا پر دوام واجب ہے۔ اور یہہ بات
جو مذکور عوام میں ہے خطیۂ داؤد علیہ السلام کی کہ وہ نگاہ زوجہ اوریا کیطرف
تھی۔ سو وہ روایت صحیح نہیں۔ واللہ اعلم۔ اور جواب آدم علیہ السلام مفصل
بیان ہو چکا وہاں دیکھو۔ اور جواب حضرت یوسف علیہ السلام سے کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا۔ ولقد ہمت بہ وہم بہا الآیہ سو یہ ہے۔ کہ شیخ محی الدین رح
نے باب ۳۶۷ از فتوحات کہ شیخ کی روح حضرت یوسف عم کے ساتھ جمع
ہوئی۔ بعضے اسراہات روحیہ یعنی عروج روحی میں اُن سے ملاقات ہوئی
پس شیخ نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ اس خبر الہی میں جو آپ سے ہے حق تعالیٰ
نے خبر دی ہے۔ ولقد ہمت بہ وہم بہا کے کیا معنے ہیں۔ کہ حق نے
کوئی ایسے معنے نہیں فرمائے۔ اوسمیں آپکا اور اوسکا اشتراک
سے ایک ہی مطلب ہوتا ہے۔ پس یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ سچ ہے۔ اسیواسطے
میں نے بادشاہ کو ایلچی کی زبانی کہلا بھیجا۔ کہ اون عورتوں سے دریافت کرے
پس عورت نے سوائے اس کے کچھ نہیں ذکر کیا کہ اوس نے میرے ساتھ پیار
ومحبت کی۔ اور اوسنے یہ نہ کہا کہ میں نے بھی اوسکو چاہا۔ پس سمجھ جو کچھ میں تم
سے کہتا ہوں۔ کہ اس سے وہم بعض الناس کا دور ہو جاتا ہے۔ جبکہ اللہ نے میری
ہم اور اسکی ہم کا متعلق بیان نہ فرمایا۔ پس شیخ نے کہا یا نبی اللہ کہ زبان مشعر

قوم کا اعتقاد اپنے الٰہ میں نمرود کا تھا۔ اور ادن الوار میں اونکا اعتقاد
نہیں تھا۔ اور نمرود اُنکا الٰہ نہیں تھا۔ اور عبادت میں رجوع اپنے بسوے
منحوط خود کرتے تھے نہ طرف نمرود کے۔ لہٰذا جب میں نے کہا۔ ربی الذی
یحیی ویمیت۔ تو وہ حیران نہ ہوا۔ کیونکہ نسبت اماتت کی اپنے اعلیٰ موضوعہ
کیطرف کرتے تھے۔ جو اُس نے بنالئے تھے۔ تاکہ آپ فضیحت نہ ہووے۔
اور کہنے لگا۔ انا احی و امیت۔ برائے تنزیہ الٰہہ عندہم تاکہ حاضرین
متزلزل نہ ہوویں۔ پھر میں نے اُس سے کہا۔ تم کیوں طرف اقرب
فی الحجۃ عدول کیا۔ بولا کہ میں قصور افہام حاضرین کو جانتا ہوں۔ اگر میں تفصیل
کرتا۔ تو نہ سمجھتے۔ پھر آخر اس مجلس میں اقرب الی الافہام حاضرین میں نے
حجت قایم کی کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ
فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ۔ (بے شک اللہ تعالیٰ سورج مشرق سے لاتا ہے۔ سو تو
اوسکو مغرب سے لا پس حیران ہوا وہ کافر) کہ حاضرین متعجب اسکی بات سے
ہوئے۔ سب جوابوں کو اپنے حضرت کیطرف جواب دینے پر ختم کرتے ہیں۔
علمائے اُمت نے جواب بہت دئے۔ اندک از بسیار بیان کرتا ہوں۔ شیخ
محیی الدین نے باب ۱۹۰ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ حضرت صلعم ہر منقص مقام کمل
سے ہمیشہ محفوظ تھے۔ قبل از نبوت اور بعد از نبوت جیسا حضرت صلعم سے مروی
ہے۔ کہ قبل از نبوت بادیہ میں اغنام چراتے تھے۔ ارادہ فرماتے تھے جیسا جوان
شہر میں جا کر لعب میں مشغول ہوتے ہیں جاویں۔ جب آتے تو اللہ تعالیٰ
اُنپر نوم مسلط کرتا۔ تو سب لعب سے محفوظ رہتے پھر جلدی اپنے اغنام کی
طرف تشریف لے جاتے۔ یہ عصمت من حیث لا یشعر تھی۔ مثل سایر ہے
من العصمۃ ان لا تجد۔ اس مقام کا نام علم الحاصل فی عین الفائت ہے
جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ عسٰی ان تکرھوا شیئاً فھو خیر لکم۔ وعسٰی



اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا فَھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ۔ (قریب ہے کہ تم بُرا جانو کسی چیز کو اور
وہ بہتر ہو تمہارے لئے۔ اور قریب ہے کہ تم اچھا جانو کسی چیز کو اور وہ بُری
ہو واسطے تمہارے۔) اس فائت میں سعادت عبد کی ہے۔ اور اس
فائت کو فضل علے الحاصل ہے۔ یہہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے
اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ اَکْثَرَ
مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً۔ (تحقیق شان یہ ہے کہ میرے دل پر غبار چھا جاتا ہے
سو رات دن میں ستر بار سے زیادہ استغفار اللہ کی جناب میں کرتا ہوں)
اس میں مراد یہہ ہے کہ حضرت ہمیشہ ترقی میں تھے۔ جب مقام اعلیٰ عرجہ
میں ترقی فرماتے تو اسفل سے استغفار فرماتے۔ اور شیخ نے باب الوصایا میں
فرمایا ہے۔ کہ جب حق تعالیٰ دعا داعی کی اجابت فرماتا ہے۔ تو مناسب ہے کہ بندہ
مناجات میں اللہ تعالیٰ سے وہی بات کہے جو اللہ نے اسکو قبل اس کے
علم دیا ہے۔ بلکہ بندہ کو لائق ہے کہ ہمیشہ مطالبہ امر جدید کا کرے الخ۔ سوال
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا
تَاَخَّرَ۔ (تاکہ اللہ تعالیٰ ڈھانکے آپ کی خاطر وہ خیال آپکا جو آگے پیچھے گذرا)
اس سے کیا مراد ہے۔ جواب۔ شیخ نے باب ۷۳ فتوحات در جواب
لکھا ہے کہ مراد اس خطاب سے اور جمیع عتابات سے جو اللہ نے
نبی کریم کو فرمائے۔ اُمت مراد ہے۔ جیسا۔ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ لَئِنْ
اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ اِلَیْھِمْ شَیْئًا قَلِیْلًا۔ (اے
نبی اللہ کے تقوی کر۔ بالفرض اگر شرک کروگے تو ضرور آپکے عمل ضایع ہوجائیں گے ضرور
قریب ہے کہ آپ میلان کرو طرف اونکی تھوڑا سا۔) حضرت کی توسط سے یہ بات تھی کہ جملات خطاب
بالعتاب کی جو اُمت پر تھی۔ بحال آپ کے خطاب حضرت کو مراد اُمت ہے۔ یہہ اچھا جواب
ہے۔ اب شیخ نے فرمایا کہ مغفرت اللہ تعالیٰ کی باقی انبیاء کے واسطے اسطرح

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دار دُنیا میں علم اونکا مسطور کردیا۔ کہ جمیع مقامات
اون کے حضرت صلعم کے مقام ہیں۔ بحکم اصالت اور وہ نواب حضرت کے
ہیں۔ دار دُنیا میں اُن کو یہہ علم نہیں۔ یہہ آخرت میں ہوگا۔ اور بھی شیخ نے
فرمایا کہ مخاطب اِن عتابات کے حضرت ہیں۔ اور مُراد غیر ذالک بلحق اِس سے
مطلب یہ ہے۔ کہ شان ایزدی چاہتی ہے ادب تادیب کبیر کے ساتھ صغیر
کے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے بسبب اُمّت کو ادب دیا بتادیب رسول اُمّت تاکہ
تبلیغ جلدی کریں۔ اور مطلب حاصل ہوجاوے۔ اور مُراد اُمّت ہو اور
اونکو ترغیب دیوے۔ اور باب ۱۹۸ میں لکھا ہے لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ
عَمَلُكَ (بالفرض اگر شرک کروگے تو ضرور آپ کے عمل ضائع ہوجائینگے)
یہہ اسی قبیل سے ہے۔ جیسے عرب کہتی ہے۔ اِيَّاكِ اَعْنِيْ وَاسْمَعِيْ يَا جَارَة
(تجھکو ارادہ رکھتی ہوں سُن تو اے ہمسائی) جیسے قرائن احوال سے
معلوم ہوتا ہے۔ شیخ نے کہا ہے کہ حکمت اِس بات میں مُعاتبہ کرنے کے اعراض
کفار کا از استماع کلام اللہ۔ اللہ نے اونکے خطاب سے اعراض کیا۔ مقابلہ
اعراض بالاعراض مع کو۔ مُراد بالخطاب۔ اُنکی عقوبت غیر کو سُنانی
اور اونکو ذلیل جانا۔ شیخ نے باب ۲۴۷ میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ اِستغفار
اکابر میں یہہ شرط نہیں۔ کہ ذنب وقوع میں آوے پر استغفار اونکا بخوف
اس بات کے ہے کہ شاید ظہور نہ ہو جب ان کیوں مسطور واقع ہو۔ اسیواسطے
کسی نبی سے منقول نہیں کہ اپنی کلام پر نادم ہوا ہو جو اللہ نے اوسپر وحی
کی ہے۔ اور نہ اس سے کوئی کلام عادی حالت وحی میں مسموع ہوئی
ہوئی ہو۔ تاکہ تغیر کی حاجت ہو۔ اور جو کچھ بغیر وحی کے اُن سے وارد
ہوا۔ اُس میں ندامت ممکن ہے۔ جیسا کہ عصاری بدر میں واقع ہوا۔
غرضیکہ باب رسالت میں کوئی ندامت نہیں اور غیر رسالت میں ممکن ہے۔



(سوال) اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قصہ زینب
میں کیوں عتاب فرمایا۔ (جواب) جب حضرت نے یوسف
علیہ السلام کے قصے میں فرمایا کہ اگر میں قید خانہ میں ہوتا تو داعی ملک
کی اجابت کرتا۔ یعنی جلدی چلا جاتا۔ یعنی قید خانہ سے نکلتا۔ اور حضرت
حضرت یوسفؑ نہ نکلے۔ تو حضرت صلعم نے فرمایا۔ اگر میں ہوتا تو
پہلی دفعہ نکلتا۔ حضرت یوسفؑ سوچے۔ اگر میں بلا ثبوت برائت
جاؤں گا۔ تو میری نبوت اور عدالت میں خلل رہے گا۔ اور حضرت
صلعم کو خدا تعالیٰ نے وہ طریق فرمایا کہ جسمیں کوئی بات خلاف عدالت
کے نہ ہو۔ اور حضرت صلعم کا نکاح بلا تہمت ہو جاوے۔ اگر یہہ اجازت
نکاح کی خدا کی طرف سے نہ ہوتی تو جہال عرب کہتے کہ پیغمبر نے بیٹے کی زوجہ
کے ساتھ نکاح کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا
اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔ الخ یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلعم تمہارے مردوں
سے کسی کا باپ نہیں۔ اور اس بات کے کرنے سے سارے مومنوں سے
حرج رفع ہوگیا۔ پس خدائے تعالیٰ نے حضرت کو۔ حضرت یوسف
علیہ السلام کا ذائقہ چکھایا۔ کہ اُنہوں نے داعی کی اجابت نہ کی۔ جب تک
برائت اونکی غائبانہ ثابت نہ ہوجاوے۔ جب برائت غائبانہ زلیخا کی زبان
سے دربار بادشاہی میں ثابت ہوگئی۔ تب قید خانہ سے نکلے ایسا
ہی جب حضرت صلعم کو اجازت دربارہ نکاح کرنے حضرت زینبؓ کے بزبان
وحی ثابت ہوئی۔ تو نکاح کرنا بوجہ اسلم ثابت ہوا۔ امام شعرانی کہتا ہے
کہ حضرت صلعم نے جو فرمایا۔ اگر میں یوسف کی جگہ ہوتا۔ تو میں داعی کی اجابت
کرتا۔ اس میں تعریف حضرت یوسف کی ہے۔ کہ اُنہوں نے بڑی جوانمردی
کی جیسا کہ ابراہیم کا قصہ زندہ کرنے جانوروں کا۔ کہ حضرت اللہ تعالیٰ نے انکو فرمایا

کہ اسپر ترا ایمان نہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا۔ کہ ایمان ہے۔ مگر
اطمینان قلبی چاہتا ہوں۔ تو حضرت نے فرمایا۔ نحن اولیٰ بالشک۔ حضرت
یوسفؑ پر دو حالتیں تھیں۔ ایک حالت سجن کی۔ دوسری افترا اتہمت کی
اور ہر پیغمبر طالب ہوتا ہے۔ کہ اُسکی اُمت دین قبول کرے۔ تو حضرت صلعم
نے فرمایا۔ کہ اگر میں یوسفؑ کی جگہ ہوتا تو نکلنے میں جلدی کرتا۔ واسطے طلب
کرنے ہدایت کے۔ اور واسطے جلدی کرنے تبلیغ کے طرف اون لوگوں
کے جو ثابت النفس ہیں۔ (**سوال**) عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ
اللہ تجھے مُعاف کرے کیوں تمنے اُن کو اذن دیا۔ یہہ لفظ توبیخ کا ہے۔ یا سوال
از علت ہے۔ جیسا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کہیگا۔ کیا تم نے لوگونکو
کہا تھا کہ مجکو اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ (**جواب**) یہہ کلام سوال علت سے ہے
نہ زجر توبیخ۔ کیونکہ عفا کا لفظ پہلے فرمادیا۔ یعنے توبیخ نہیں۔ کیونکہ عفو اور
توبیخ جمع نہیں ہوتے۔ (**سوال**) عَبَسَ وَتَوَلّٰى اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰى
(یعنے ترش رو ہوا اور مونہہ موڑا اس سے کہ اوسکے پاس نابینا آیا) اس آیت
میں ظاہری معنی مُراد ہیں۔ یا کوئی اور مُراد ہے۔ (**جواب**) یہ کلام عتاب
کا نہیں بلکہ خدائے تعالیٰ نے حضرت صلعم کو آگاہ کیا کہ مُنکسرۃ القلوب
کا جبر کرم فرماوے۔ اور تجلی خدا تعالیٰ کی مسکینوں کے پاس زیادہ اوس تجلی
سے ہے جو اغنیاء کے پاس ہوتی ہے۔ کیونکہ رحمت خُدا فقرا سے جُدا
نہیں ہوتی۔ اور اغنیا سے جُدا ہوجاتی ہے۔ اور یہہ بات بھی ہے۔ کہ
خُدائے تعالےٰ مسکینوں کے واسطے بڑی غیرت فرماتا ہے۔ پس جب بادشاہ
آوے۔ اور فقیر بھی آوے اور دونوں کی غرض اہمیت ہووے۔ تو
توجہ فقیر کیطرف زیادہ چاہیے۔ ہاں اگر بادشاہ ظالم ہو تو اوسکا ظلم دفع
کرنے کے واسطے اوسکی طرف توجہ اوّل چاہیے۔ اور بادشاہوں پر تجلی دائم



نہیں۔ پر دائم تجلی اہل جنت پر جنت میں ہووےگی۔ اور سر اوسکا یہ ہے
کہ زیارت کرنے والا فقیر ہو یا غنی حق زائر برابر ہے۔ لیکن فقیر کی
دلجوئی اسمیں ہے کہ اوسکو مقدم رکھکر حاجت روائی کیجاوے +
(**لطیفہ**) جب کوئی امیر زیارت کو آتا ہے تو وہ اپنی شوکت کو
ترک کرکے آتا ہے۔ مکان والے کو لازم ہے کہ اوسکی دلجوئی ایسی
کرے۔ کہ اوسکو اپنی شوکت پیش آجاوے۔ اور تبسم اور کشادہ
پیشانی پیش آوے۔ جیسا کہ حضرت صلعم نے فرمایا۔ اِذَا جَاءَكُمْ كَرِيْمُ
قَوْمٍ فَاَكْرِمُوْهُ (یعنی جب تمہارے پاس سردار قوم کا آوے۔
تو اوسکا اکرام کرو۔) اور اس واقعہ عَبَسَ وَتَوَلّٰى میں اغنیاء پہلے بیٹھے
تھے۔ اکرام کا وقت ابتدائی گذر گیا۔ اب آنے والیکا خیال بہ لحاظ حق
زیارت کرنا واجب تھا۔ اور تعظیم امرا و اغنیاء کے واسطے ظہور تجلی
جلال الٰہی کے ہوتی ہے۔ اور تعظیم فقراء کی برائے جبر قلوب منکسرہ کے ہوتی
ہے۔ اور سر اسرار اسمیں یہ ہے۔ کہ غناء ذاتی صفت باری تعالےٰ
کی ہے۔ اور اصلی سرشت انسان کی فقر ہے۔ اور تجلیات الٰہی کل
عالم پر ظاہر ہیں۔ اس آیت میں تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ کہ جو شخص غنی بنکر
آپ کے پاس آوے۔ وہ اپنا منصب اصلی چھوڑ کر آیا۔ اور فقیر آدمی
وہ اپنے منصب ذاتی پر آیا۔ پس مستغنی کا خیال مقدم نہ ہووے
بلکہ خیال اکرام فقیر کا لازم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ
بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ (یعنی بلکہ اونکو ساتھ حکمت اور وعظ
نیک کے) حکمت یہ ہے کہ لوگوں سے غنی وبے پرواہ ہے۔ کہ اونسے
طمع نہ رکھے۔ اور موعظۂ حسنہ یہ ہے کہ اونکو کھانا کھلاوے۔ تاکہ
وہ لوگ دعوت کے وقت دوڑ دوڑ کر آویں۔ مطلب یہ ہے کہ تقدیم

اور عقائد درست دکھا کر ترجمہ شرح معانی آثار طحاوی کا دس
پاروں میں چھاپ کر ہر قریہ و قصبہ میں ارسال کریں۔ کہ احادیث ناسخ
معتبرہ ہیں جن سے صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ منسوخ و مرجوح ہیں
مبارک ہو۔ اب حنفیوں کو لازم ہے۔ کہ اس کام میں ہمارے امداد
کریں۔ جو قیمت دیویں اُسکے عوض کتابیں لیویں۔ اور واجب ہے
کہ اوّل درخواستیں مسجد بیگم شاہی لاہور میں ارسال کریں +

المشتہر

خاکسار منشی کریم بخش نقشہ نویس ریلوے لاہور
امین انجمن حنفیہ مسجد بیگم شاہی

نوٹ: تمام خط و کتابت بنام منشی کریم بخش نقشہ نویس ریلوے
امین انجمن حنفیہ مسجد بیگم شاہی لاہور ہونی چاہئے +

ل
یہ کتاب احسن الحق
سارے مخالفون
خوبی کے ساتھ
نہ بیان کیا ہے
جاہل خاموش وا
کا جواب دیتے
جس کا جواب کوئی
نبویہ کے علما جب
کیا کریں گے دکنا
مصری قدس سرہ
مسلہ معصومیت ا
مسلمانوں کا پختہ
نے عام مسلمانوں
اور انجمن حنفیہ مسجد
تاکہ ایمان سب کا
میں علم الیقین حاصل
سمجھیں اور حفظ کریں
تصور کیا گیا ہے۔ ا
یہ ہے کہ معصومیت